حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے اپنے دور نبوت میں مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کے نام لکھے گئے خطوط کا مجموعہ
مکتوبات اقدس
مرتب
محمد صدیق نسیم چودھری
ملنے کا پتہ
نسیم اکبر فاؤنڈیشن پی ۱۴۳ ریلوے روڈ فیصل آباد
ملک برادرز کارخانہ بازار فیصل آباد
فیروز سنز مال روڈ لاہور

وطن عزیز کی تعمیر و ترقی میں پیش پیش

ستارہ ٹیکسٹائل انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مصنوعات

۱- ستارہ سپنا لان
۲- ستارہ بیڈ شیٹ
۳- ستارہ دسترخوان
۴- ستارہ کیمرک
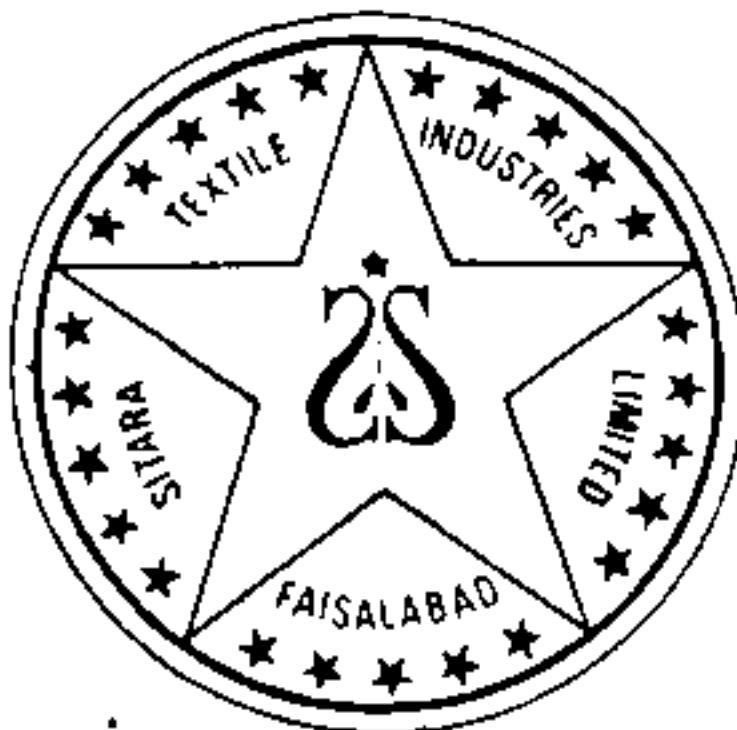
ستارہ کیمیکل انڈسٹریز لمیٹڈ

مصنوعات

۱- کاسٹک سوڈا
۲- بلیچنگ پاؤڈر
۳- بلیچنگ لیکوڈ
۴- نمک کا تیزاب

ستارہ گروپ آف انڈسٹریز فیصل آباد

فون:- ۵۰۶۶۷-۵۰۶۶۸ ٹیلکس:- ۴۳۴۲۰-۴۳۳۸۷

Marfat.com

نئی کارمینا نظامِ ہضم کی اصلاح کے لیے زیادہ پُرتاثیر

کو بودینے کے جوہر اور دیگر مفید و مؤثر اجزا کے اضافے سے زیادہ قوی، پُرتاثیر اور خوش ذائقہ بنا دیا گیا ہے۔

نئی کارمینا ... معدے اور آنتوں کے افعال کو ... درست رکھنے میں زیادہ کارگر ہے۔

انسان کی تن درستی کا زیادہ تر انحصار معدے اور جگر کی صحت مند کارکردگی پر ہے۔ اگر نظامِ ہضم درست نہ ہو تو دردِ شکم، بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن، گرانی یا بھوک کی کمی جیسی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں جس کے سبب غذا صحیح طور پر جزوِ بدن نہیں بنتی اور صحت رفتہ رفتہ متاثر ہونے لگتی ہے۔

پاکستان اور دنیا کے بہت سے ممالک میں ہمدرد کی کارمینا پیٹ کی خرابیوں کے لیے ایک مؤثر نباتی دوا کے طور پر شہرت رکھتی ہے۔ چونکہ یہ ہر گھر کی اہم ضرورت ہے اس لیے ہمدرد کی تجربہ گاہوں میں اس کی افادیت پر ہمہ وقت تحقیق و تجربات کا عمل جاری رہتا ہے۔ نئی کارمینا اسی تحقیق کا حاصل ہے۔ نئی کارمینا

بچوں بڑوں سب کے لیے مفید **نئی کارمینا** ہمیشہ گھر میں رکھیے

تحقیق، رُوحِ تخلیق ہے

آزادئ کشمیر

نفاذِ نظامِ مصطفیٰ

قیامِ تعلیمی امن اور

کلاشنکوف کلچر کے

خاتمہ کے لیے

ہزاروں محبِ وطن

طلبہ کا

عظیم الشان

اجتماع

بمقام

گورنمنٹ کالج

ملتان

پنجاب طلباء

کنونشن

۵ ستمبر ۱۹۹۱ء بروز جمعرات

پنجاب طلبہ کنونشن نفرت و تعصب کے اندھیروں میں محبت و اخوت کا روشن مینار ثابت ہوگا

عبدالرزاق ساجد ناظمِ پنجاب

زیرِ اہتمام

انجمنِ طلباءِ اسلام پنجاب

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے حامد تبسم پرنٹرز لاہور سے با اہتمام محمد شاہ چھپوا کر دفتر ماہنامہ ضیائے حرم داتا گنج بخش روڈ لاہور سے شائع کیا

Marfat.com

فہرست

سرورق محمد سلیم اختر

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سر دلبراں

کفر و اسلام کے ایک معرکہ میں مسلمان زخمیوں کی جانب سے "العطش العطش" کی آواز سنائی دی جب ایک صحابیؓ جاں بلب زخمی کے سرہانے پانی لے کر پہنچے تو ساتھ والے زخمی کی جانب سے یہی آواز سنائی دی پہلے مسلمان نے اپنے دوسرے بھائی کو ترجیح دیتے ہوئے پانی کا پیالہ اس کی جانب بھجوا دیا جب پانی دوسرے آدمی کے پاس پہنچا ایک تیسری آواز سنائی دی دوسرے زخمی نے اپنے تیسرے بھائی کو ترجیح دی حتیٰ کہ پیالہ بارہ زخمیوں کا چکر کاٹ کر پھر اسی پہلے صحابی کے پاس پہنچا بمطابق روایت پانی پلانے والے نے دیکھا وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں وہ جلدی سے دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے ان کی کیفیت بھی یہی تھی حتیٰ کہ جملہ افراد شدت پیاس کے باعث زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دنیا سے چل بسے لیکن اس نازک وقت میں بھی ہر ایک نے اپنی جان پر اپنے دوسرے بھائی کی جان کو ترجیح دی۔

غزوہ احد کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ہاتھ میں لی اور ارشاد فرمایا میری تلوار کا حق کون ادا کرے گا۔ حضرت ابو دجانہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یارسول اللہؐ یہ سعادت میں حاصل کروں گا اگرچہ دوسرے صحابہ نے بھی کوشش کی لیکن تلوار ابو دجانہ کو عطا کی گئی دوران جنگ انہوں نے دیکھا کہ ایک عورت کفار کو مسلمانوں کے خلاف بہت زیادہ اکسا رہی ہے انہوں نے تلوار لہرائی لیکن صرف اس لئے اس کا وار روک لیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلوار عورت پر اٹھے یہ اس کے وقار کے خلاف ہے۔

یہ اور اس نہج کے دوسرے واقعات ہمارے روشن دور کی یادگار ہیں اور اب اسی امت کے افراد کی صورت حال یہ ہے کہ ایک دوسرے کے لئے ایثار و قربانی کی بجائے معصوم بچیوں اور بے

گناہ عورتوں کا قتل ان کا معمول بن گیا ہے لوٹ کھسوٹ اغوا قتل برائے تاوان اور اس قبیل کے ہزار ہا گھناؤنے جرائم ان کا روزانہ کا معمول اور مشغلہ ہیں۔

لاہور شہر کے اسلام پورہ جیسے آباد محلے میں تیرہ افراد کا بہیمانہ قتل سفاکی کی اتنی بڑی مثال ہے جس کو دہرانا حساس طبیعت کے بس کی بات نہیں۔

پھر شیخوپورہ میں اسی نوعیت کا سانحہ دہرایا گیا یہ تو منظم وار داتیں ہیں جہاں تک انفرادی دشمنی اور قتل کے واقعات کا تعلق ہے وہ بھی کوئی کم تکلیف دہ نہیں دہرے تہرے چوہرے قتل ہر روز کا معمول بن گئے ہیں نہ کسی کو قانون کا ڈر ہے نہ محاسبہ کی پرواہ لاقانونیت اپنی آخری حدوں سے تجاوز کر گئی ہے۔

بے شک ہر نو آزاد مملکت کو چند مشکل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے انقلاب کے بعد فرانس کافی مدت تک سنگین حالات سے دو چار رہا سیاسی عدم استحکام افراتفری اور انتشار جیسے گھمبیر مسائل نے اسے گھیرے رکھا خود امریکہ کی حالت کچھ کم ناگفتہ بہ نہ تھی خانہ جنگی رشوت ستانی لوٹ کھسوٹ سیاسی و معاشرتی ابتری طویل عرصہ تک امریکی قوم کا مقدر رہی لیکن ان کی قیادت نے اپنی دور رس فکر کو بروئے کار لاتے ہوئے آخر کار اپنے لئے بہتری کی راہیں تلاش کر لیں جبکہ ہمارے ہاں صورت حال ان سے مختلف ہے اگر حالات ایسے ہی رہے تو ہمارا مستقبل ماضی و حال کی بہ نسبت زیادہ تاریک نظر آرہا ہے۔ زندگی کے وہ جملہ شعبے جن میں انقلابی اقدامات کے ذریعے ایک بہتر قوم کے کردار کی تعمیر کی جاسکتی ہے ہمارے ہاں ان میں تاہنوز مجرمانہ حد تک تساہل سے کام لیا جارہا ہے۔

شعبۂ تعلیم کو ہی لیجئے ہر روز نئی پالیسیاں بنتی ہیں بلند بانگ دعوے کئے جاتے ہیں اونچے اونچے ہدف مقرر کئے جاتے ہیں لیکن تعلیمی اداروں میں بگاڑ ہی بگاڑ ہے ہم سب اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں کہ جا بجا گھیراؤ قومی املاک کی تباہی۔ ہڑتالیں اور جلوس یہ سب کچھ ہمارے تعلیمی اداروں کی ہی عطا ہے اور اب تو صورت حال یہ ہے کہ اعلیٰ ملازمتوں کے حصول میں نہ زیادہ قابلیت کی ضرورت ہے نہ محنت کی ہر جگہ خبر گرم ہے کہ ناجائز ذرائع استعمال کرو اور اسناد حاصل کرو اگر واقعی یہ سچ ہے اور قرین قیاس یہی ہے کہ سچ ہو گا تو یہ امت مسلمہ کے خلاف کتنی بڑی

Marfat.com

سازش ہے۔ تعلیم کے میدان میں پالیسی ساز ادارے ہر روز ایسے ایسے اقدامات کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

نظام عدل کا معاملہ بھی کچھ کم تکلیف دہ نہیں ہے حتیٰ کہ سفارش اور رشوت کے سلسلہ میں خود وزیر اعظم نے ۱۲ جولائی کی نشری تقریر میں اس بات کا اعتراف کیا کہ ہم بری طرح اس مرض کا شکار ہو چکے ہیں نامعلوم کتنے ہی مظلوم اور بے بس افراد اس قربان گاہ کی نذر ہو چکے ہیں۔

محکمہ مال اور پولیس کا نظام اختیارات کی تقسیم کے سلسلہ میں اتنا گنجلک ہے کہ ان کے شکنجے سے نکلنا کسی شریف آدمی کے بس کی بات نہیں دیہی علاقوں میں محکمہ مال کا ایک پٹواری رشوت کی بنیاد پر ایک ہی قطعہ اراضی تین تین چار چار ہاتھوں میں فروخت کر دیتا ہے اس کے خلاف کوئی آواز اٹھائے، کسی کی مجال نہیں یہ داستان اتنی دل خراش ہے کہ یارائے بیاں نہیں

خرابی کا المناک پہلو۔ خود ہمارے جمہوری اور عوامی اداروں میں موجود ہے۔

جمہوریت کا مزاج یہ بتایا جاتا ہے کہ عوامی نمائندے رائے عامہ کی وساطت سے بر سر اقتدار آئیں اور عوامی مسائل کے حل کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کریں لیکن ہمارے ہاں ان اداروں کا تصور کچھ اور ہی ہے تاہنوز عوام کے ذہن اپنے نمائندوں کے بارے میں صاف نہیں ہو سکے۔

پہلے یہ تاثر عام تھا کہ عوامی نمائندہ جو رقم اپنی الیکشن مہم پر خرچ کرتا ہے اس سے کئی گنا زیادہ وہ گورنمنٹ سے ملنے والی گرانٹ سے کمیشن کی صورت میں حاصل کر لیتا ہے پچھے چند سالوں میں مملکت کا اربہا روپیہ قوم کے ان ہی بہی خواہوں کی نذر ہوا اور اب حالات ایک دوسری صورت اختیار کرتے نظر آ رہے ہیں الیکشن لڑنا عام آدمی کے بس کی بات ہی نہیں رہا انتخابی مہم کے دوران بندوقچیوں کی ایک فوج ظفر موج امیدواروں کے آگے پیچھے ہوتی ہے وہ ہر قسم کے دباؤ کو استعمال میں لاکر صاحب بہادر کو الیکشن میں کامیاب کرواتے ہیں اور پھر اگلے الیکشن تک عوامی نمائندے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان کا تحفظ کرے ڈکیتی کی وارداتیں راہزنی اور قتل و غارت سمگلنگ اور سارے کالے دھندے کی تان انہیں پر جاکر ٹوٹتی ہے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ پہلے سیاست کی باگ ڈور سرمایہ کاروں کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور اب ڈاکوؤں اور اشتہاریوں کے ہاتھ میں ہے ان

Marfat.com

حالات میں مذہبی راہنماؤں کا یہ فرض منصبی تھا کہ وہ اس ڈوبتی ناؤ کے لئے ناخدا بنتے اس خزاں رسیدہ چمن میں فصل بہاری کا اہتمام کرتے اپنے مواعظ اور اسلامی تعلیمات کے ذریعے اس کشت ویراں کے لئے سیرابی کا اہتمام کرتے لیکن صورت حال یہاں بھی مختلف نہیں سوائے چند مراکز کے ہر جگہ فریب کاری ہے مختلف تنظیموں اور جماعتوں کے ذریعے اپنے مخصوص مفادات کے حصول کے سلسلہ میں حکومتی حلقوں پر دباؤ ڈالا جاتا ہے۔

جس کی واضح ترین مثال وہ مختلف تنظیمیں ہیں جن میں سے بعض اہل بیت کے نام پر اور بعض صحابہؓ کے نام پر ماحول میں ہیجان پیدا کرتی ہیں ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالا جاتا ہے۔ جلسے ہوتے ہیں جلوس نکالتے جاتے ہیں یہاں تک کہ چند سالوں سے دونوں اطراف سے اہم شخصیات کے قتل کی واردات میں شروع ہیں چند اضلاع تو بری طرح اس باہمی تناؤ کا شکار ہو چکے ہیں اور بہت سے مقامات پر یہ بیماری آہستہ آہستہ زور پکڑ رہی ہے یہ طرز عمل انتہائی تکلیف دہ ہے اور جو قتل و غارت اور انتشار مذہب کی بنیاد پر ہوتا ہے وہ زیادہ پریشان کن ہے انتہائی مایوسی کی اس کیفیت میں واحد سہارا اللہ کی ذات ہے اس کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہماری دستگیری فرمائے ہماری کوتاہیوں کو دور کرے کیونکہ ہم میں یہ طاقت نہیں کہ ہم اس کی ناراضگی مول لے سکیں اور "ثم ائت بقوم آخرین" کی وعید کے متحمل ہو سکیں۔

آخر میں ارباب بست و کشاد خصوصاً وزیر اعظم پاکستان ان کے وزیروں اور مشیروں کی خدمت میں گزارش ہے کہ جب آپ نے آگے بڑھ کر ان اہم ترین ذمہ داریوں کو قبول کیا ہے تو ان کے تقاضے بھی پورے کیجئے۔

اصل مسئلہ نئی ترامیم کے ذریعے اختیارات حاصل کرنا نہیں بلکہ بے لگام انتظامیہ کا محاسبہ کرنا اور اپنے آپ کو محاسبہ کے لئے پیش کرنا ہے آپ کے فرائض میں شامل ہے کہ آپ جائزہ لیں۔

— تعلیم کے میدان میں ایسے اقدامات کئے جا رہے ہیں جن کے نتیجہ میں دیانت دار قابل ترین اور قومی درد رکھنے والے افراد پیدا ہوں گے۔

— کیا آپ کے دور میں جمہوری اداروں کو مفید تر بنانے کا اہتمام کیا جا رہا ہے جس کے سبب ایسے نمائندے آگے آئیں گے جن کا حقیقی سہارا عوام ہوں گے جن کے آگے پیچھے غنڈہ عناصر کی بجائے

Marfat.com

شریف لوگ ہوں گے جن سے یہ سوال کیا جاسکے گا کہ آپ نے قومی دولت کہاں خرچ کی ہے۔

— کیا آپ کو پتہ ہے کہ ملک کے دیہاتی عوام تاہنوز تاریک ترین ماحول میں زندگی بسر کر رہے ہیں وہ جملہ شہری سہولتوں سے محروم ہیں اور انہیں انصاف کے حصول میں کتنی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ کیا آپ ان کے دکھوں کا درماں تلاش کرنے کے لئے انصاف کے حصول کو ممکن بنا رہے ہیں۔

— اگر جواب مثبت ہے تو ہماری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیے آپ قوم کے محسن ہیں تاریخ کے صفحات پر آپ کا نام روشن حروف سے لکھا جائے گا لیکن اگر صورت حال ایسی نہیں تو پھر آپ کو جواب دہ ہونا ہوگا اپنے اللہ جل جلالہ کے سامنے۔

اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنہیں اپنی امت کی تکلیف بہت ناگوار گزرتی ہے۔

اپنے عوام کے سامنے جنہوں نے آپ کے پرکشش نعروں کو سن کر اپنا سب کچھ آپ کے لئے داؤ پر لگا دیا۔

ہمیں آپ کی بصیرت حسن تدبیر. معاملہ فہمی اور ژرف نگاہی سے توقع ہے کہ آپ قوم کو مایوس نہیں کریں گے اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

Marfat.com

حافظ لدھیانوی

قصیدہ مدحت والتجا

چمکا ہے ترے نور سے آئینہ عالم
ہر بات تری حق ہے ہر اک قول ہے محکم

ہر منزل ہستی پہ ہے تو رہبر اعظم
ہے ذات تری بعد خدا سب سے مکرم
اے رحمت عالم

تو نغمہ جاں روح دو عالم کی صدا ہے
افکار میں ترے ہی تصور سے جلا ہے

آئینہ ادراک میں تو جلوا نما ہے
تو ہادی دارین ہے تو خلق مجسم
اے رحمت عالم

رہتا ہے تری یاد سے ہر دل میں اجالا
ہے ذات تری خالق اکبر کا حوالا

امت کے ہے احوال کو تو دیکھنے والا
شمع دل عشاق کہاں ہوتی ہے مدھم
اے رحمت عالم

ہر اشک کے پردے میں ہے تابندہ تری یاد
ہے ذکر ترا وجہ سکون دل ناشاد

معمورہ عالم ہے تری یاد سے آباد
اڑتا ہے فضاؤں میں ترے نام کا پرچم
اے رحمت عالم

Marfat.com

امت پہ عجب طرح کی افتاد پڑی ہے
آقا یہ تباہی کے دہانے پہ کھڑی ہے
اک حشر کا منظر ہے قیامت کی گھڑی ہے
ہے ذات گرامیؐ تری حالات کی محرم
اے رحمت عالم

ہے منتظر چشم کرم مسجد اقصیٰ
اقوام کی نظروں میں مسلمان ہے تماشا
ہے خون شہیدوں کا ہر اک راہ پہ بکھرا
حیران ہر اک شخص ہے ہر آنکھ ہے پرنم
اے رحمت عالم

راہوں میں فلسطین کے خون اور دھواں ہے
ہر سمت جگر دوز نظر سوز سماں ہے
ہر گام پہ اک تازہ تباہی کا نشان ہے
جز ذات تری کوئی نہیں مونس و ہمدم
اے رحمت عالم

چارے مسلماں کا نہیں کوئی سہارا
تے ہوئے ناسور نے ہے تجھ کو پکارا
ہے تجھ پہ عیاں حال دل زار ہمارا
اس زخم کا آقا کوئی چارہ کوئی مرہم
اے رحمت عالم

مد سے نصرت کی دعا کیجئے آقا
ں کے لیے سامان بقا کیجئے آقا
امت کو مصیبت سے رہا کیجئے آقا
تکتے ہیں تری ذات گرامی کی طرف ہم
اے رحمت عالم
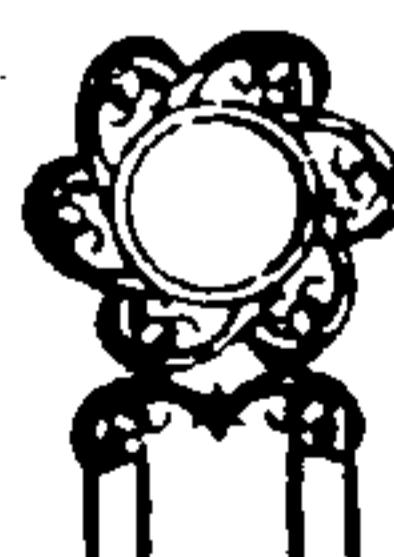
نعت

بوقتِ نعت گوئی حال ہوتا ہے عجب میرا
پرِ جبریل بن جاتا ہے ہر حرفِ طلب میرا

گلابِ اسمِ احمدؐ کیا کھلا شاخِ دل وجاں پر
چمن میں تذکرہ رہنے لگا ہے روز و شب میرا

اگر پہچان ہے کوئی تو یہ نسبت کی خوبی ہے
وگرنہ کیا مری اوقات کیا نام ونسب میرا

میں کیوں تہمت دھروں بختِ رسا پر نارسائی کی
ہر اک لمحہ ہے وقفِ مدحتِ سرکارؐ جب میرا

حریمِ آرزو میں کب کھلیں گے پھول کرنوں کے
مقدر کا ستارا جگمگا اٹھے گا کب میرا

سحابِ جود و رحمت کو اشارا یا رسول اللہ
پسِ شام وسحر کب سے وطن ہے جاں بلب میرا

تحفظ کی ردا جلتے ہوئے ان بادبانوں پر
سفینہ موجِ طوفاں میں ہے ' پھر شاہ عرب میرا

قصیدے سے غزل تک گنبدِ خضرا کی ہریالی
خزاں نا آشنا کیوں ہو نہ گلزارِ ادب میرا

ریاض اپنے تشخص کے لیے اتنا ہی کافی ہے
سگِ دربارِ سلطانِ مدینہ ہو لقب میرا

ریاض حسین چودھری

Marfat.com

نعت دو بحر غالب

قرآن ہے اک چہرہ زیبا میرے آگے
پندار ہر اک حسن کا ٹوٹا میرے آگے

جان دادہ فقر اک تحیر ہوئی دانش
جب عشق نے کھولا تیرا رتبہ میرے آگے

اک لمحے کو آیا تھا تصور میں مدینہ
کھلتا گیا پھر نور کا رستہ میرے آگے

اک پیکر انوار کی آمد کی خبر ہے
تعظیم کو مجھ سے بھی ہے سجدہ میرے آگے

ہر دشمن ناموس رسالت ہے منافق
ظالم کو نہ کہنا کبھی اچھا میرے آگے

مکا میرے ادراک میں اک نور کا پیکر
لکھا تھا کسی شخص نے یکتا میرے آگے

میں شمس و قمر کا کہکشاں [illegible]دوں اپنا
لائے کوئی اک طیبہ کا ذرہ میرے آگے

قمر تابش

Marfat.com

نعت در بحر غالبؒ

حسرت دید مدینہ میں جو ارماں نکلا
چوم کر وادئ مژگاں سے وہ افشاں نکلا

چوم کر وادئ مژگاں سے جو افشاں نکلا
وہی ارمان مرا صاحب ارماں نکلا

گرد صحرائے مدینہ سے ضیائیں لے کر
چاند گردوں کی مسافت پہ پر افشاں نکلا

دم بخود ہو کے ہوئی ساکت وجامد ہر شے
سفر معراج پہ جب عرش کا مہماں نکلا

آنکھ میں شہر مدینہ کی ضیائیں مہکیں
اشک جب وادئ مژگاں سے پر افشاں نکلا

کافر عرصۂ ابہام ہوا ہوں کب میں
کب میرے دل سے تیری یاد کا ارماں نکلا

اشک پیہم سے بجھا شعلہ غم ہجراں کا
اک یہی کام تھا مشکل میں جو آساں نکلا

آہ تھی لمحہ فرقت میں پریشاں نکلی
اشک تھا درد محبت میں پر افشاں نکلا

خطرۂ سود و زیاں کوئی نہ غم کی مات
راستہ عشق و محبت کا ہی آساں نکلا

چشم صدیقؓ میں اک نور کا پیکر تھا جو
جب ابو جہل نے دیکھا تو وہ انساں نکلا

میں نے اس نور کی نسبت کے تقاضے سمجھے
شکر صد شکر کہ میں صاحب عرفاں نکلا

قمر تابش

Marfat.com

فَاتِحَةُ الْكِتَاب
اور
اِسلامی تربّیت کے اصُول

پروفیسر محمد شریف سیالوی
(ایم اے عربی، اسلامیات، فلسفہ، اول اہل ایم اشرعیہ)
جامعہ بہاؤالدین زکریا، ملتان

استعانت: مفہوم و مطالب

تفسیر وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن

حق تعالیٰ کی شان الوہیت کا تقاضا یہ ہے کہ مخلوق آداب بندگی اور پرستش کے لئے اسے ہی مخصوص جانے اور ان کی پیشانی صرف اسی ایک بارگاہ میں سجدۂ نیاز کے لئے جھک جائے۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت یعنی رب العالمین ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے فقر و احتیاج کی نسبت اپنے خالق و مالک سے قائم کرلے۔ ظاہری اسباب کی بجائے مؤثر حقیقی پر نگاہ رکھے اس لئے کہ نفع اور ضرر کا حقیقی مالک صرف اللہ ہے۔

اس پس منظر میں عبادت و استعانت کا ایک دوسرے کے ساتھ بہت قریبی تعلق ہے۔ حق تعالیٰ کی صفت کمال اس کا معبود ہونا ہے تو بندے کا کمال کمال بندگی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ صفت ربوبیت سے متصف ہے تو بندے کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو مستعان اور حاجت روا سمجھے۔

اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا معنی ہے ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی طرح یہاں بھی اِیَّاکَ یعنی مفعول بہ کی تقدیم فعل نَسْتَعِیْنُ پر مفید حصر و اختصاص ہے۔ معنیٰ کلام یہ ہوا کہ نخصک بالاستعانۃ (ہم تجھے استعانت کے لئے خاص کرتے ہیں) یا یہ کہ نَسْتَعِیْنُکَ وَلَا نَسْتَعِیْنُ غَیْرَکَ (ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں اور تیرے سوا کسی اور سے مدد نہیں چاہتے)۔

لغت عرب میں الاستعانۃ کا معنی ہے طلب العون والتائید والتوفیق (۱) یعنی مدد، تائید اور توفیق کا سوال کرنا۔

Marfat.com

ایاک نعبد کے بعد ایاک نستعین لانے میں حکمت کا ایک پہلو یہ ہے کہ عبادت گو بندے کا فعل ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی فعلِ خیر بدون توفیقِ الٰہی اور تائیدِ خداوندی کے ہو نہیں سکتا۔ اس لئے تعلیم یہ دی گئی کہ بندہ اپنی عبادت پر غرور نہ کرے بلکہ اپنے رب کے حضور سربسجود ہونے کی استطاعت اور جذبۂ عبودیت کے حصول کے لئے دامنِ طلب پھیلائے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ طلبِ توفیق کو اس فعلِ خیر یعنی عبادت سے پہلے ہونا چاہیے یعنی عبادت سے پہلے استعانت ہوتی۔ اگرچہ واقعہ یہی ہے لیکن اس اعتبار سے کہ عبادت اللہ کا حق ہے اور استعانت بندے کا، اور یہ کہ اللہ کا حق بندے کے حق پر مقدم ہے۔ یہاں ایاک نعبد کو پہلے ذکر کیا گیا اور ایاک نستعین کو بعد میں۔

عمومی طور پر استعانت طلب المعونۃ کے معنی میں ہے لیکن اس سیاق میں معونت کی چار اقسام بیان کی گئی ہیں۔ قاضی بیضاوی اس ضمن میں فرماتے ہیں:

الاستعانة طلب المعونة وهي إما ضرورية او غير ضرورية و الضرورية مالا يتأتى الفعل دونه كاقتدار الفاعل وتصوره و حصول آلة ومادة يفعل بها وعند استجماعها يوصف الرجل بالاستطاعة ويصح ان يكلف بالفعل ويسهل كالراحلة في السفر للقادر على المشي او يقرب الفاعل الى الفعل ويحثه على وهذا القسم لا يتوقف عليه صحة التكليف والمراد طلب المعونة في المهمات كلها او في اداء الواجبات۔ (۲)

ترجمہ:- استعانت کے معنی ہیں طلبِ معونت۔ یہ دو قسم ہے (۱) ضروری (۲) غیر ضروری اس فعل پر قادر ہونا، اور یہ کہ ـــــ اس فعل کا خیال دل میں آنا، آلات اور وسائل کا حاصل ہونا جس سے وہ فعل کیا جائے، یہ جس شخص میں جمع ہو جائیں تو اسے صاحبِ استطاعت کہا جائے گا۔ کسی فعل کے ساتھ مکلف ہونے کا دارومدار بھی اسی پر ہے۔

دوسری وہ چیز کہ اس کام کو آسان کر دے جیسے سواری سفر میں اس شخص کی نسبت سے جو پیدل چلنے پر قدرت رکھتا ہے۔

تیسری وہ چیز کہ فاعل کو فعل کے نزدیک کر دے۔

---

(۱) الجامع لاحکام القرآن، القرطبی، ج ۱: ص ۱۴۵

(۲) انوار التنزیل واسرار التاویل، قاضی بیضاوی، ج ۱ ص ۹

Marfat.com

چوتھی وہ چیز کہ فعل پر برانگیختہ کرے اور رغبت پیدا کرے۔ اس پر تکلیف موقوف نہیں۔

معونت کی ان اقسام کے پس منظر میں اگر استعانت سے مراد ادائیگی عبادت میں طلب معونت ہو (۱) تو عقل وشعور، ہاتھ اور پاؤں عبادت کے لئے قسم اول کی چیزیں ہیں، موانع کا دور کرنا اور عبادت کے لئے مشغولیت اور قلبی فراغت کا مہیا کرنا دوسری قسم ہے۔ داعیہ اور جذبۂ عبادت دل میں ڈالنا، اس کا حسن عقل کے نزدیک ظاہر کرنا، لذت عبادت پیدا کرنا اور دل کا کھل جانا، یہ تیسری قسم ہے، مرشد، انبیاء اور اولیاء کا پیدا فرمانا تاکہ وہ نصیحت کے ساتھ عبادت کی ترغیب دیں یہ قسم چوتھی ہے۔ (۲)

وجوب عبادت کے لئے وجود استطاعت ضروری ہے۔ اور کمال عبادت تب حاصل ہوتا ہے جبکہ یہ جملہ اقسام معونت مہیا ہوں۔ یہ معاملہ صرف عبادت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جملہ امور خیر میں استعانت درکار ہے

یہاں اس سیاق میں ایاك نعبد کی نسبت سے استعانت فی العبادۃ کا مفہوم یہ متعین ہوتا ہے کہ ہر چند عبادت بندے کا کسب اور عمل ہے لیکن بندے کا عمل موقوف ہے اس پر کہ اس کے دل میں تصور اس فعل کا آئے، کیونکہ جب تک دل میں اس کا خیال نہ آئے وہ اسے کیسے کر سکتا ہے اور یہ تصور پیدا کرنا خدا کے اختیار میں ہے اسی طرح عبادت کے نفع اور حسن کا علم اور اس علم کو اس کے دل میں بٹھانا اور محکم کرنا یہ سب کچھ اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ بندے کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ (۳)

استعانت بالغیر

یہ ضابطہ بہرحال پیش نظر رہنا چاہیئے کہ موثر حقیقی تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ اس لئے اصلاً مستعان و حاجت روا اللہ ہی ہے۔ البتہ علی سبیل المجاز بعض اوصاف واعمال اور اشیاء واشخاص سے استعانت قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ ایسی صورت میں جن سے استعانت کی جاتی ہے انکی حیثیت محض وسیلہ اور ذریعہ کی ہوتی ہے۔

علامہ آلوسی نے ایاك نعبد کے بعد ایاك نستعین لانے میں ایاك کے تکرار کی وجہ بیان فرمائی کہ:۔

"عندی ان التکرار للاشعار أن حیثیة تعلق العبادة به تعالیٰ غیر حیثیة تعلق طلب الاستعانة منه سبحانه ولو قال ایاك نعبد ونستعین لتوهم أن الحیثیة واحدة والشان لیس كذلك

---

(۱) تفسیر کشاف: جاراللہ زمخشری ج ۱، ص

(۲) تفسیر عزیزی: شاہ عبدالعزیز دہلوی، ج ۱، ص ۴۶

Marfat.com

اذ لابدّ فی طلب الاعانة من توسط صفة ولا كذلك فی العبادة فلاختلاف التعلّق اعاد المفعول ليشير بها اليه - (۱)

ترجمہ : میرے نزدیک تکرار ایّاك کا باعث اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ عبادت کا تعلق جس حیثیت سے اللہ کے ساتھ ہے وہ اس سے مختلف ہے جس سے استعانت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے تعلق ہے ۔ اس لئے اگر یہ ہوتا ایاك نعبد و نستعین تو اس امر کا وہم پایا جاتا کہ دونوں (عبادت واستعانت) کی حیثیت ایک ہی ہے ۔ حالانکہ معاملہ ایسا نہیں کیونکہ طلب اعانت میں کسی صفت کا واسطہ ضروری ہے جب کہ عبادت میں ایسا نہیں تو اس تعلق کے اختلاف کی وجہ سے مفعول بہ یعنی ایاك کو لوٹایا گیا تاکہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہو سکے ۔

استعانت بالغیر کی تین صورتیں ہیں ،

(۱) استعانت مخصوص اوصاف وافعال سے

(۲) اشیاء ــــــ اور ــــــ (۳) ذوات واشخاص سے

قرآن وسنت میں ہر سہ انواع سے استعانت کا جواز ملتا ہے ۔ ہاں اگر ان اسباب ووسائل کو اصلاً مؤثر مانا جائے ، ان کے مستقل بالذات ہونے کا اعتقاد رکھا جائے ، انہیں ارادہ ربانی اور منشائے باری کا پابند نہ سمجھا جائے تو اس کے شرک اور واضح گمراہی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ۔

قرآن مجید میں صبر اور صلوٰۃ سے استعانت کا حکم ہے ۔ ظاہر ہے کہ صبر اور نماز دونوں بندے کے افعال ہیں ۔

آیت ہے : یاایها الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلٰوة (۲)

(اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری ، قیلولہ اور صدقہ کے ساتھ دن کے روزے ، رات کی عبادت اور رزق کے حصول کے لئے استعانت کا حکم دیا ۔

ابن ماجہ کی روایت ہے : " استعینوا بطعام السحر علی صیام النهار وبالقیلولة علی قیام اللیل " (۳)

(سحری کھانے کے ساتھ دن کے روزوں اور قیلولہ کے ساتھ رات کی عبادت پہ مدد چاہو)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے : " عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم استعینوا علی الرزق بالصدقة " (۴)

---

(۱) (۲) البقرہ آیت ۴۵ (۳) سنن ابن ماجہ (۴) مسند فردوس

(۴) مسند الفردوس

(رزق کے بارے صدقہ سے مدد چاہو)

نیکی اور خیر کے کاموں میں ایک دوسرے سے مدد اور طلبِ مدد ہر دو شرعاً مطلوب ہیں۔ اس کا ضابطہ قرآن مجید نے مہیا فرمایا کہ: تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (۱)

ترجمہ: (ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور تقویٰ پر مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو)

قرآن مجید نے ذوالقرنین کی حکایت بیان فرمائی کہ انہوں نے یاجوج و ماجوج کے خلاف لوگوں سے مدد چاہی: قال ما مکنی فیہ ربی خیر فاعینونی بقوۃ (۲)

ترجمہ: (بولا جو مقدور دیا مجھ کو میرے رب نے وہ بہتر ہے سو مدد کرو میری محنت میں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد انا لا نستعین بمشرک۔ (۳)

ترجمہ: (ہم مشرک سے استعانت نہیں کرتے) کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ اگر استعانت مسلمانوں سے ہو تو جائز ہے۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدمت گزار تھے۔ وضو اور دیگر ضروریات کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی لایا کرتے۔ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان پر اپنی مسرت کا اظہار فرمایا۔ ربیعہ ہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا ربیعۃ سلنی، فقال فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنۃ قال اوغیر ذلک قلت ھو ذاک قال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود (۴)

ترجمہ: "اے ربیعہ مجھ سے مانگ، فرماتے ہیں، میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے علاوہ اور کوئی مانگ، میں نے عرض کی یہی کافی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر کثرتِ سجود کے ساتھ میری مدد کیجئے۔

حدیثِ بالا سے کئی اہم امور پر آگہی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ پتہ چلتا ہے کہ غیر اللہ سے مدد کی طلب جائز ہے۔ یہ تو اُخروی نجات کے لئے اُمتی کی اپنے حق میں مدد ہے۔ اس کے برعکس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اُخروی نجات اور بخشش کے لئے درخواست کا وسیلہ بنانے اور طلبِ مدد کے لئے اللہ رب العزت نے خود تعلیم فرمائی۔ ارشادِ

---

(۱) المائدہ آیت ۲ (۲) الکہف آیت ۹۵ (۳) سنن ابی داؤد
(۴) ابن ماجہ۔

Marfat.com

ربانی ہے :

ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاء وك فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ٥(۱)

ترجمہ : " اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اللہ سے بخشش چاہیں اور رسول بھی اُن کے لئے بخشش کی درخواست کرے تو وہ یقیناً اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں گے "

رجال غیب سے طلب مدد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

اذا ضل احدکم شیئا او اراد عونا وھو بارض لیس بہا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فإن للہ عبادا لا یراھم ۔ (۲)

ترجمہ : " اگر تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد کا ارادہ کرے جب وہ ایسے علاقے میں ہو جہاں کوئی اور مونس نہ ہو تو اُسے چاہیئے کہ وہ تین بار کہے :

یا عباد اللہ اعینونی ——— " اے اللہ کے بندو میری مدد کیجیئے "

کیونکہ اللہ کے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جنہیں وہ دیکھ نہیں سکتا "

قرآن وسنت کے شواہد کی رُو سے استعانت بالغیر کے جواز کی شرط یہ ہے کہ ان اشیاء ، یا صفات و افعال اور ذوات و اشخاص کو عونِ الٰہی کے لئے وسیلہ بنایا جائے ۔ اس کی اصل قرآن مجید کی آیت ——— " وابتغوا الیہ الوسیلۃ " (۳)

ترجمہ : " (اور تم اللہ کی طرف وسیلہ چاہو) ہے ۔ بلکہ توسل یعنی وسیلہ بنانا یہ معنی تو غیر خدا کے لئے خاص ہے کیونکہ اللہ عزوجل وسیلہ اور واسطہ بننے سے پاک ہے اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ یہ درمیان میں واسطہ بنے گا ۔ (۴)

استعانت اور تعاون

استعانت بالغیر کے جواز کی ایک دلیل تعاون باہمی بھی ہے ۔ یہ تعاون انسانی معاشرت اور تمدن کی خشتِ اوّل ہے ۔ قرآن مجید میں ہے ——— تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم

(۱) النساء : آیت ۶۴ (۲) الطبرانی (۳) المائدہ : آیت ۳۵
(۴) مجموعہ رسائل (اردو ترجمہ) مولانا احمد رضا خانؒ ، ص ۸۲

Marfat.com

والعدوات (۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بکثرت احادیث مروی ہیں جن میں ایک دوسرے کی مدد، حاجت برآری اور امورِ خیر میں تعاون باہمی پہ تاکید فرمائی گئی۔ کتبِ احادیث میں قضاء حاجات المسلمین کے عنوان سے اس کارِ خیر پہ متوجہ کیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی مدد اپنے بندوں تک بالعموم کسی واسطہ سے ہوتی ہے۔ یہی واسطے وہ اسباب و ذرائع ہیں جن میں اللہ رب العزت نے تاثیر رکھی ہے یہ سلسلۂ اسباب ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے۔ معیشت ہو یا سیاست، معاشرت ہو یا تعلیم و تربیت ہر جگہ تعاون کے مظاہر ہیں۔

غرضیکہ انسانی زندگی سے متعلق معاملات اور انسانوں کی ضروریات اصولِ تعاون سے طے پاتے ہیں۔ اس لئے استعانت کی ہر نوع کو شرک اور گمراہی سے تعبیر کرنا ایک بہت بڑا مغالطہ ہے۔

حقیقی استعانت

فاتحۃ الکتاب کے سیاق میں اگر استعانت سے مراد استعانت فی العبادت ہو تو ماقبل کے ساتھ تعلق یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کے حضور آدابِ بندگی بجالاتے ہوئے یہ محسوس کرتا ہے کہ عبادت کی نعمت میسر نہیں آ سکتی جب تک کہ اس کی توفیق کا سوال نہ کیا جائے اس لئے کہ عبادت آسان نہیں ہوتی جب تک مخلوق، شیطان اور نفس اور ان کے عوارض کے شر کو روک نہ دیا جائے ایک طرف تو ان موانع کو دور کئے بغیر عبادت ممکن نہیں، اسی طرح ریاکاری، طلبِ شہرت، خود پسندی جیسے امور بھی کمالِ عبادت کے منافی ہیں۔ دوسری طرف کمالِ عبادت کے لئے ضروری ہے کہ خوف، رجا اور شوقِ مشاہدہ موجود ہو۔ اول الذکر موانع کا دفعیہ اور مؤخر الذکر کا حاصل ہونا بغیر عونِ الٰہی کے متصور نہیں۔ اس لئے بندہ بارگاہ خداوندی میں استعانت کرتا ہے۔

استعانت کے بعد طلبِ ہدایت سے اس امر کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں دعائیں مستجاب ہوتی ہیں اگر اس سے پہلے کوئی وسیلہ پیش کیا جائے۔ یہاں ہدایت کے لئے دعا کی جا رہی ہے اور عبادت کو بطورِ وسیلہ پیش کیا جا رہا ہے۔ علامہ زمخشری اس اسلوب سے یہ ضابطہ اخذ کرتے ہیں: لأن تقديم الوسيلة قبل طلب الحاجة ليستوجبوا الاجابة اليها (۲) (کیونکہ طلبِ حاجت سے قبل وسیلہ اس لئے ہے تاکہ اس کی قبولیت یقینی ہو جائے)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حقیقی استعانت سے مراد بجز اس کے کچھ نہیں کہ اسبابِ ظاہری میں بھی مؤثرِ حقیقی اللہ

---

(۱) مجموعہ رسائل (اردو ترجمہ) مولانا احمد رضا خانؒ، ص ۸۲

(۲) الکشاف، علامہ زمخشری ج ۱ ص ۱۵

Marfat.com

رب العزت کو مانا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ مقربان بارگاہ الٰہی سے مدد اور عون طلب کرنے کی ہر صورت درحقیقت اللہ رب العزت سے استعانت ہے۔ اس لئے کہ ان اشخاص کہ جن کا توسل کیا جاتا ہے ان میں یہ قدرت اور تاثیر اللہ ہی کی پیدا کردہ ہے۔ اس لحاظ سے طلب العون عن الاسباب میں ضابطہ یہ ہے کہ یہ عون و مدد بدون اذنِ خدا ممکن نہیں۔ اشخاص کہ جو اسباب بنتے ہیں ان کے دل میں اعانت کا خیال اور مدد کی طاقت پیدا کرنے والا تو خدا تعالیٰ ہی ہے۔

بالعموم تعاون کے امور میں کسی شخص کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ جس سے تعاون کی درخواست کی جارہی ہے وہ مستقل بالذات ہے۔

استعانت بمعنی طلبِ دیدارِ الٰہی

اہل باطن فرماتے ہیں کہ استعانت اس جگہ بمعنی طلبِ عون یعنی طلبِ مدد کے نہیں بلکہ طلبِ معاینہ کے ہے یعنی عبادت ہماری طرف سے ہے اور مرتبہ معاینہ کا دینا اور عین الیقین کو پہنچانا اللہ کا کام ہے (۱) ـــــ گویا بندہ جب بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوتا ہے تو ذکر اسمارِ باری کے ساتھ وہ حالتِ غیبت سے حالتِ حضور کی طرف آتا ہے اور ایاك نعبد کے ساتھ اپنے آپ کو اللہ کی بارگاہ میں پاتا ہے۔ پھر کمالِ عبادت اور مقصودِ عبادت کے لئے دامن طلب پھیلاتا ہے چونکہ مقصودِ عبادت ہے، انوار و تجلیاتِ الٰہی کا مشاہدہ اور دیدار، اس سیاق میں ایاك نستعین کا مفہوم یہ ٹھہرا کہ اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں آدابِ بندگی بجالاتے ہیں۔ ہم تیرے جلووں کے نظارہ کا شوق رکھتے ہیں۔ اس لئے تجھ سے تیری ہی ذات کا سوال کرتے ہیں۔

ضابطۂ استعانت اور اصلاحِ نفس

فاتحۃ الکتاب میں "ایاك نستعین" سے بارگاہِ خداوندی سے مانگنے کا سلیقہ تعلیم فرمایا گیا اور پھر وظیفۂ استعانت سے توکل اور استغنار کی تربیت مہیا کی گئی۔ گویا بندہ جب عرض کرتا ہے "ایاك نستعین"، تو وہ اسوۂ ابراہیمی کو اپنے سامنے رکھتا ہے۔ انتہائی مصائب و شدائد میں بھی اور عام حالات میں بھی وہ کلیتہً اپنے رب پر انحصار کرتا ہے۔ اسی ذاتِ قادرِ مطلق پر اعتماد کرتا ہے۔

اس ضمن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ یہ ہے کہ آپ کو نارِ نمرود میں ڈال دیا جاتا ہے جب جبرئیل امین حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں "هل لك من حاجة"؟ حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں: "اما اليك فلا" جبرئیل امین عرض کرتے ہیں: اپنے رب سے درخواست کیجئے۔ تو جواب میں فرمایا:

---

(۱) تفسیر عزیزی: شاہ عبدالعزیز دہلوی، ج ۱: ص ۲۹

Marfat.com

…حسبی من لسؤالی علمہ بحالی" (۱) استعانت باللہ اس مفہوم میں توکل باللہ کا دوسرا نام ہے۔ اپنے …ی پر مکمل انحصار اور اعتماد کا احساس بندہ کو غیر اللہ سے بے نیاز کر دیتا ہے اس طرح وہ کمال استغنار کی دولت سے …فراز ہوتا ہے۔

استعانت باللہ میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بندہ کو اپنے عجز کا یقین ہو جاتا ہے۔ یہ یقین، تکبر، غرور …نخوت کا علاج ہے۔ استعانت باللہ پر ایمان جب عمل میں ڈھل جاتا ہے تو وہ فضائل اخلاق جنم لیتے ہیں …شرف انسانیت اور کمال آدمیت کی اساس بنتے ہیں۔ (مسلسل)

---

(۱) تفسیر کبیر: فخرالدین الرازی: ج ۱ ص ۲۵۴

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے

سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

نعت

محمد معجزہ ہیں وہ کہ جس میں شک نہیں ہوتا
محمد نور کب ہوتے اگر سایہ کہیں ہوتا

میں کتنا مقتدر ہوتا اگر ہوتا مدینے میں
مدینہ میرا گھر ہوتا میں اس گھر کا مکیں ہوتا

فقط ایمان باللہ سے معمے حل نہیں ہوتے
خدا اس کا نہیں ہے، جو محمد کا نہیں ہوتا

مسلماں دور حاضر کے مسلماں نام ہی کے ہیں
نہ ہوتی غرق کشتی ان پہ گر کامل یقیں ہوتا

اگر آتی میسر مجھ کو ان کے پاؤں کی مٹی
میرا نجمِ مقدر بھی سرِ عرش بریں ہوتا

نبی کے در پہ سجدے کی اگر توفیق مل جاتی
زمیں میری فلک ہوتی فلک کی میں زمیں ہوتا

قمر بشیر احمد (مرحوم) خانیوال

Marfat.com

خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

محمد خالد کمال چوہدری (ڈنڈوت)

شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی
، اللہ سرہٗ کی ذات ستودہ صفات بلامبالغہ ان
ہ شخصیات میں سے ایک ہے ، جنہیں خالقِ کائنات
ں پُر آشوب حالات میں بھی اپنے لطف و کرم
لمہر بنا کر امتِ مصطفویہ کے دکھوں کی چارہ سازی
ے دنیا میں بھیجتا ہے ۔ آپ کی سیرتِ طیبہ کا ہر پہلو
ویں کے چاند سے بھی زیادہ روشن ہے ۔ زندگی
اہراہ پر آپ کا ثبت شدہ ہر نقشِ قدم ایک
، دوام ہے ۔ اور سالکانِ راہِ محبت و وفا کے
نضرِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے ۔ ان کی پاکیزہ
، میں جمال کا عنصر بھی ہے اور جلال کا بھی ۔
ر کی طرح اس میں گہرائی بھی ہے اور گیرائی بھی ۔
ت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے
خلفاء میں سے سلسلۂ عالیہ چشتیہ کی اشاعت کا سب
سے زیادہ کام حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ
اللہ علیہ نے کیا ۔

آپ کا نام شمس الدین اور والد بزرگوار کا
نام میاں محمد یار (رحمۃ اللہ علیہ) ہے ۔ آپ ۱۲۱۴ھ
۱۷۹۹ عیسوی میں موضع سیال ضلع سرگودھا میں
پیدا ہوئے ۔ حضرت خواجہ شمس الدینؒ غیر معمولی
صلاحیتوں کے باعث " شمس العارفین " بنے ۔ آپ
نے ابتدائی درسی تعلیم ، حفظ قرآن پاک اور نظم و فارسی
کی تکمیل اپنے آبائی وطن میں ہی کی ۔ بعد ازاں حضرت
مولانا محمد علی مکھڈوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے مدرسہ میں
متواتر تیرہ سال تک دینی تعلیم کے سلسلہ میں مشغول
رہے ۔ اور منطق و فلسفہ اور فقہ کی تعلیم اخلاص (حاصل

Marfat.com

ضلع اٹک کے مدرسہ میں دو سال تک مقیم رہ کر حاصل کی۔ حضرت مولانا محمد علی کھڈوی جس وقت تلاش شیخ میں کھڈ سے روانہ ہوئے تو اس وقت حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کی عمر عزیز اٹھارہ برس تھی۔ حضرت محمد علی کھڈوی نے مرشد کامل کی تلاش کے لئے کئے جانے والے سفر میں حضرت خواجہ شمس الدین کو بھی ساتھ لے لیا۔ تلاش حق کا جو جذبہ طوفان کی صورت میں حضرت مولانا محمد علی کھڈوی کے دل کی دنیا کے اندر موجزن تھا۔ حضرت سیالوی کے من کی دنیا میں بھی اس نے ایک آگ پیدا کر دی تھی۔ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی حضرت مولانا محمد علی کھڈوی کے ہمراہ تونسہ شریف پہنچے تو آفتاب ولایت خواجۂ خواجگان حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی کے چہرۂ انور پر موجود انوار دیکھ کر آپ نے دست عقیدت دراز کیا اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ سولہ سال تک اپنے شیخ کامل کی صحبت میں رہے۔ خوب خدمت کی تمام مدارج روحانی کی تکمیل فرمائی۔ اور بے پناہ فیوضات حاصل کئے۔ شیخ کامل نے آپ کو توجہات خاص کا مرکز بنایا۔ ایک دفعہ بارگاہ سلیمانی میں باریابی نصیب ہوئی تو ایک مرد ضعیف لڑکھڑاتا ہوئے آئے اور سلام کرنے کے بعد حضرت کے پاس بیٹھ گئے۔ جب اٹھے تو حضرت پیر پٹھان نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ لوگ ان کی طرف لپکے لیکن حضرت خواجہ شمس الدین اپنے شیخ کی خدمت میں بدستور بیٹھے رہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم حضرت خضر علیہ السلام کو ملنے کیوں نہیں گئے۔ آپ نے عرض کیا۔ خضر علیہ السلام جن کی بارگاہ میں حاضری دینے آئے ہیں میں انہیں چھوڑ کر خضر علیہ السلام کی طرف کیوں جاؤں۔ حضرت نے یہ سن کر فرمایا "اللہ! میرے سیالاں کوں رنگ لائیں" بعد ازاں آپ کی دعا رنگ لائی۔ اللہ نے آپ کو تمام رموز حقیقت اور واقف اسرار طریقت بننے کا شرف عطا کیا۔ آپ شریعت پر اس سختی سے عامل تھے۔ کہ مستحب تک کو ترک نہ فرماتے تھے۔ آپ لوگوں کو ہمیشہ اتباع شرع کی تلقین فرماتے۔ اور شریعت حقہ کی مخالفت کرنے والوں کی صحبت سے اجتناب کی تعلیم دیتے۔ سیال شریف کو آپ نے مرکز رشد و ہدایت بنایا۔ وہاں سے آپ نے اپنے مقدس مشن کا آغاز کیا۔ جوں جوں آپ کے فیوض و برکات کا شہرہ عام ہوتا گیا، دور دور سے علم و عرفان کے متلاشی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب فیض کرنے لگے۔ آپ نے سیال شریف میں زائرین اور فقراء کے لئے ایک وسیع لنگر خانہ قائم کیا۔ اور ان کے قیام کے لئے رہائش گاہیں تعمیر کروائیں۔

۱۸۴۲ء میں آپ نے سیال شریف میں ایک عظیم الشان اسلامی درسگاہ کی بنیاد بھی رکھی جس میں آپ کی زیر سرپرستی جید علماء کرام علوم دینیہ کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت کی خدمت اقدس میں ہر قسم کے لوگ آیا کرتے تھے۔ فقیر بھی، امیر بھی، گدا بھی، نواب بھی، سالک بھی، قلندر بھی، عالم بھی اور ان پڑھ بھی اور اس غریب نواز کے در اقدس پر ہر آنے والا اپنی اپنی استعداد اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق کچھ نہ کچھ لے کے ہی جاتا۔ ہر شخص کی اصلاح اور تربیت کے لئے آپ ایسا انداز اختیار فرماتے جو اس کی نفسیات کے عین

Marfat.com

مطابق ہوتا۔ اعلیٰ حضرت سے بے اندازہ کرامات ظہور میں آئیں جن کا احاطہ اس چھوٹے سے مضمون میں انتہائی دشوار ہے۔ البتہ چند کرامات کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جن میں مریدین کی جان و مال کی حفاظت کے لئے حضرت کے روحانی تصرفات کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ یہ واقعات اتنے سچے اور متقی لوگوں سے مروی ہیں جن کے بارے میں غلط بیانی یا مبالغہ آرائی کا ذرا سا بھی گمان نہیں کیا جا سکتا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ شمس الدین نے نماز ظہر کے بعد فرمایا "بانو ڈبدی پئی اے"۔ میاں غلام محمد پٹواری نے دن، وقت اور تاریخ نوٹ کر لی۔ چند روز کے بعد خوش نصیب بانو حاضر دربار ہوئی۔ اور اپنی سرگزشت حضرت کے گوش گزار کی۔ آپ نے فرمایا اس ذکر کو چھوڑ دو کوئی اور بات سناؤ۔ وہ خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد غلام محمد نے پوچھا تو وہ کہنے لگی۔ ایک دن جہلم سے پنڈ دادنخاں کے لئے تین کشتیاں روانہ ہوئیں۔ ان میں سے ایک کشتی پر میں دیگر پیر بھائیوں کے ہمراہ سوار تھی۔ ہماری کشتی درمیان میں تھی۔ سیلاب زوروں پر تھا۔ اتفاق سے ایک بہت بڑے بھنور نے ہماری کشتی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ ملاحوں نے ہر چند کوشش کی مگر بے سود۔ پہلی کشتی نے چکر کھایا اور ڈوب گئی پھر ہمارے والی کشتی بھی بھنور میں آ گئی ہم سب زندگی سے مایوس ہو گئے۔ میں دیوانہ وار ننگے سر اٹھی اور پیر سیال کو امداد کے لئے اس طرح پکارا "یا حضرت خواجہ پیر سیال عاجز دی بیڑی سنبھال"۔ اللہ تعالیٰ نے مرشد کامل کی ہمت باطنی سے ہماری کشتی کو غرق ہونے سے بچا لیا۔

ایک اور واقعہ جس کے راوی حضرت مولانا معظم الدین صاحب مرولوی قدس سرہ ہیں، جنہیں بارگاہِ شیخ سے طویل حاضری کا شرف حاصل ہے، فرماتے ہیں:

"ایک روز حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی نمازِ ظہر کے لئے وضو فرما رہے تھے۔ خادم وضو کرا رہا تھا۔ کہ اچانک حضرت نے اس کے ہاتھ سے کوزہ جھپٹ کر کسی غیر مرئی چیز پر دے مارا۔ خادم پریشان ہو گیا۔ کہ مجھ سے کون سی غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ افسردہ خاطر ہو گیا۔ اور حجرہ میں مفتی مولانا مرولوی کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا۔ مولانا نے خادم کو تسلی دی۔ اور کہا کہ فکر کی کوئی بات نہیں۔ فقیر کا کوئی عمل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ تم اس کوزے کی ٹھیکریاں سنبھال کر رکھو۔ خادم نے کوزے کی ٹھیکریوں کے چند ٹکڑے سنبھال کر رکھ لئے۔ چند ماہ بعد بخارا کے علاقے کا ایک آدمی آیا جو فارسی الزبان تھا۔ جب سیال شریف پہنچا اور حضرت کی زیارت کی تو زور زور سے کہنے لگا "ہمیں بود ہمیں بود" یعنی یہی وہ شخص ہے۔ یہی وہ شخص ہے۔ ہم نے اس سے ماجرا پوچھا تو اس نے بتایا کہ بارگاہ ایزدی میں دعا مانگا کرتا تھا کہ "اے اللہ مجھے غوث زماں کی زیارت کی توفیق عطا فرما مجھے حضرت کی زیارت کرائی گئی۔ اور سیالاں کا نام بھی بتایا گیا۔ میں اپنے علاقہ سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں جنگل سے گزر رہا تھا کہ ایک شیر گرجتا ہوا حملہ آور ہوا۔ میں نے پکارا: "اے سیالاں کے غوث میری مدد فرما" تو میرے

Marfat.com

کیا دیکھتا ہوں کہ شہر کے ماتھے پر ایک کوزہ آ لگا اور وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ میں نے اس کوزے کی ٹھیکریاں سنبھال کر رکھ لیں۔ خادم کی سنبھالی ہوئی ٹھیکریاں اور اس کی لائی ہوئی ٹھیکریاں جوڑی گئیں تو حضرت کا کوزہ مکمل ہوگیا۔"

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی نے جن علماء کو منازلِ عرفان طے کرا کر خرقہ خلافت عنایت فرمایا ان میں سے سید غلام حیدر علی شاہ جلالپوری، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، مولوی معظم الدین مرولوی، مولوی فضل دین چاچڑوی، مولوی عبدالعزیز نگوی، مولوی غلام قادر بھیروی، [illegible] ہوری، پیر امیر شاہ بھیروی رحمۃ اللہ علیہم قابلِ ذکر ہیں۔ ان خلفاء کا کام انتہائی نمایاں اور ممتاز ہے اور آج تک جاری ہے۔ حضرت کے شیخ کامل حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و آداب سنّت نبوی کے عین مطابق تھے۔ اور یہی روش حضرتؒ کی بھی تھی۔ آپ بڑے خلیق، مردم شناس اور مسکین نواز تھے۔ سادات اور علماء کا بڑا احترام کرتے۔ غریبوں، یتیموں اور مسکینوں پر بڑی شفقت فرماتے۔ جو بھی آپ سے ملتا، آپ کے حسنِ اخلاق کو دیکھ کر آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ آپ ہمیشہ نماز باجماعت ادا کرتے۔ آپ کی مجلسِ سماع میں مزامیر نہیں ہوتے تھے۔ مرشد زادوں کا بڑا احترام کرتے۔ یہاں تک کہ تونسہ شریف کے کتوں کا بھی۔ آپ کے ملفوظات جناب شیر محمد سعید نے "قرۃ العاشقین" کے نام سے فارسی میں اور آپ کی سوانح جناب امیر بخش نے "انوارِ شمسیہ" کے نام سے اردو میں لکھی۔ اعلیٰ حضرت فقط ملکِ فقر و

درویشی کے ہی تاجدار نہ تھے، بلکہ ظاہری علوم و فنون میں بھی آپ کا درجہ بہت بلند تھا۔ قرآن حکیم کی آیات طیبات کی تفسیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی احادیث مبارکہ کی تشریح اور اکابر علماء ربانیین کے اقوال کی توضیح جب آپ اپنی زبان فیض ترجمان سے کرتے تو بڑے بڑے علماء دنگ رہ جاتے۔ مثنوی مولانا رومؒ کی شرحیں بڑے بڑے علماء نے لکھی ہیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کا انداز سب سے نرالا اور سب سے منفرد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اب بھی معقولات و منقولات کے یکتائے روزگار علماء آپ کے نیازمندوں کی صف میں بصد ادب و احترام سر جھکائے بیٹھے ہیں اور آپ کے علم و فضل سے اس قدر مرعوب ہیں کہ لب کشائی کی جرأت مفقود ہے۔ اپنے نورانی عہد میں جس کثرت سے علماء ظاہر حضرت کے آستانہ قدسی پر حاضر ہو کر فیضیاب ہوئے۔ اس کی مثال کہیں مشکل ہی سے ملے گی۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ جو بجا طور پر نابغۂ عصر تھے وہ بھی آپ کے چشمِ کرم کے فیض یافتہ تھے۔ اور آپ ہی کے خوان علم و فضل سے بہرہ یاب ہوئے تھے۔ ہم جب انہیں بارگاہِ شمسی میں دیکھتے ہیں تو وہ بھی اعلیٰ حضرتؒ کے علم و فضل کے سامنے دم بخود نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے بلے نظیر کارناموں کو محض اپنے پیر و مرشد کے فیض اور روحانی تصرف کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ اور بار بار اس کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔ ان کی سوانح حیات "مہر منیر" میں ہے کہ جب ۱۳۱۸ھ / بمطابق ۱۹۰۱ء حضرتؒ لاہور میں قادیانی معرکے سے مظفر و منصور ہو کر واپس ہوئے تو جناب حضرت

Marfat.com

ی صاحب سیالوی کا مبارک نامہ پہنچا تو اس کے جواب
ں لکھا " یہ مبارکیں عالمگیر خطہ خاک پاک سیال شریف
شایاں ہیں۔

حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے تین
ند تھے۔ خواجہ محمد الدین" (۲) صاحبزادہ محمد
الدین" (۳) صاحبزادہ محمد شجاع الدین حضرت
جہ شمس الدین" کی صحت آخردم تک بہت اچھی
و اور آپ اپنے تمام معمولات باقاعدگی سے بجا
تے رہے۔ مگر ۱۸ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ ۱۸۸۲ء میں
پ کو عارضہ تپ لاحق ہوا اور چند روز بیمار رہنے
بعد ۲۴ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۲ء کو آپ
محبوب حقیقی سے جا ملے۔ " انا للہ وانا الیہ راجعون "
آپ کی نماز جنازہ مولوی معظم الدین مرولوی"
بھائی اور اپنے عبادت خانہ میں دفن کیے گئے۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے بعد آپ
کے صاحبزادے خواجہ محمد الدین سیالوی آپ
جانشین بنے۔ ان کے بعد حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین
نشین ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد آپ کے
ے صاحبزادے قمر الملت والدین حضرت خواجہ
ر الدین سیالوی ۱۹۲۹ء میں سجادہ مشیخت پر
ق افروز ہوئے۔ انہوں نے تحریک جہاد آزادی
برابر حصہ لیا۔ حکومت برطانیہ نے آپ کو "سر
ں" کا خطاب دیا جو آپ نے قبول نہیں کیا۔
حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی وفات کے
پ کو شیخ الاسلام کا خطاب دیا گیا۔ آپ نے
شریف کی عظیم دینی درسگاہ کو ترقی دے کر اس
م دار العلوم ضیاء شمس الاسلام " رکھا۔ اس

جہانِ خاکی سے آپ کے پردہ فرمانے کے بعد آپ
کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی
سجادہ مشیخت پر بیٹھے۔ آپ دین اسلام کے فروغ
اور ملک و ملت کے استحکام کے لئے کوشاں ہیں۔
حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے اس جہان
فانی سے پردہ فرما جانے کے باوجود آپ کی جلائی
ہوئی مشعلیں روشن ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک
روشن رہیں گی اور ان سے مزید مشعلیں جلتی رہیں گی
اور تا ابد بھٹکی ہوئی انسانیت کو سیدھا راستہ دکھلاتی
رہیں گی۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کا سالانہ
عرس مبارک ہر سال ماہ صفر المظفر بائیس سے چوبیس
تاریخ تک آستانہ عالیہ سیال شریف میں منعقد ہوتا
ہے۔ جس میں ملک کے طول و عرض سے لاکھوں مریدین
اور معتقدین شریک ہو کر نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔
آستانہ عالیہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد حمید الدین
سیالوی کی ذات گرامی اپنے علمی کارناموں، دینی عظمتوں،
سیاسی اور قومی خدمات جلیلہ کے باعث فخر روزگار
ہے۔ خداوند کریم اس عظیم ہستی کو تا ابد سلامت رکھے اور
حضرت کے سارے خاندان اور صاحبزادگان والا تبار
کو ان روحانی، اخلاقی عظمتوں کا وارث بنائے، جو
ان کے اسلاف کا حصہ ہے۔ " آمین "

Marfat.com

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری

فنی و تحقیقی جائزہ

پروفیسر محمد اکرم رضا

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کو خدا نے جن لازوال علمی و فقہی کمالات' باطنی و نظری' خصوصیات اور علمی و ادبی خصائص سے نواز رکھا تھا ان میں سے ایک صفت خاص آپ کی منفرد نعت گوئی ہے۔ اگر ایسے اساتذہ فکر و فن کی فہرست تیار کی جائے جنہوں نے اس صدی میں[1] ثنائے مصطفیٰ کا پرچم لہرانے والوں کو سب سے زیادہ متاثر کیا تو ان میں یقیناً سر فہرست حضرت فاضل بریلوی کا اسم گرامی ہوگا کہ جن کی نعت گوئی کا اعتراف اپنوں نے ہی نہیں بلکہ بیگانوں نے بھی کیا ہے۔ بلکہ ان نابغہ روزگار ثنا گویان کوچہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں سے بیشتر نے انہیں فن نعت کے حوالے سے امام سخن گویان قرار دیا ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری کا سورج جب ایک بار چمکا تو پھر اس کی روشنی کبھی بھی' ماند نہ پڑ سکی بلکہ ہر آنے والے دور کا شاعر جب مدحت رسول کی خاطر ذہن و فکر کو آمادہ کرتا ہے تو احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے کلام بلاغت نظام سے راہنمائی ضرور حاصل کرتا ہے۔ جب ایشیا کی مساجد سے لے کر یورپ کے اسلامی مراکز تک ہر جگہ مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

کی صورت میں وجد آفریں سلام کی صدائیں ابھرتی ہیں تو جہاں اصحاب نظر کی پلکیں عشق و عقیدت کے آنسوؤں سے نم آلودہ ہوجاتی ہیں وہاں تصورات کے نہاں خانوں میں نعت گو احمد

رضا خاں کا جو روشن سراپا ابھرتا ہے وہ اس قدر سربلند اور سرفراز ہوتا ہے کہ ان کے معاصرین اور عصر حاضر کے نعت گو شعراء کا وجود اپنی تمام بلندہ قامتی کے باوجود اس کے سامنے مختصر محسوس ہوتا ہے۔

اس غیر معمولی مقبولیت ' حیرت انگیز مرجعیت' لاثانی شہرت اور انمٹ قدر و منزلت کی حقیقی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نعتیہ شاعری کے لئے قرآن حکیم سے اکتساب فیض کیا ہے قرآن حکیم بذات خود نعت مصطفٰے کا سب سے اہم 'ماخذ ہے جس کے ہر سیپارے' سورت اور آیت سے صفت و ثنائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک پھوٹ رہی ہے۔ اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ نقط ایک شاعر ہی نہ تھے نامور عالم دین' یگانہ روزگار محدث اور بے مثل مفسر قرآن بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ذوق و شوق کی کیف آفریں وادیوں میں کھو کر جب قرآن حکیم کا مطالعہ کیا تو انہیں نعت مصطفیٰ کی رنعتیں اپنے قلب و جان کا احاطہ کرتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ قرآن مجید سے اکتساب نعت کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بے جا سے ہے المنتہ للہ محفوظ
قرآن سے ہیں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

احمد رضا خاں چونکہ بہت بڑے عالم دین اور علوم شریعت سے غیر معولی آگاہی رکھنے والے نعت گو شاعر تھے اس لیے انہوں نے نعت کے حقیقی مقام و مرتبہ کو اجاگر کیا۔ اس ضمن میں آپ نے **نعت کی جو تعریف** کی ہے وہ اصحاب ذوق کے لئے شمع ہدایت ہے۔

"حقیقتاً" نعت شریف لکھنا بڑا مشکل کام ہے جس کو لوگوں نے آسان سمجھ لیا ہے اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں صاف راستہ ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب حد بندی ہے" رضا بریلوی نے نعت کی شرعی حدود و قیود کا پورا پورا پاس کیا ہے۔ ان کا راہوار قلم جب عشق و عقیدت کی جولاں گاہ میں محو

Marfat.com

سفر ہوتا ہے تو ہر گام پر دلوں کے تڑپنے' جذبوں کے مچلنے تمناؤں کے غنچے چٹکنے کی صدائیں ابھرتی ہیں مگر حضرت رضا بریلوی نے عشق و عقیدت کی انتہائی سربلندیوں پر پہنچ کر بھی آداب شریعت اور ادب کے ساتھ احتیاط کو مدنظر رکھا ہے۔ کئی بلند پایہ نعت گو شاعر افراط و تفریط کے معاملہ میں ٹھوکر کھا گئے مگر اعلحضرت فاضل بریلوی نے قرآن حکیم' سنت مصطفےٰ اور اسوۂ رسول کو خضر راہ بنا کر جب نعت کہی تو ایوان نعت جگمگا اٹھا۔

امام احمد رضا کی نعت عشق و عقیدت کی حسین داستان ہے۔ ایسی داستان کہ جس کا ایک ایک لفظ ذوق و شوق کی کیفیات سے بہرہ ور کرتا اور عنایات مصطفوی کا حق دار ٹھہراتا ہے۔ نعت میں عشق و عقیدت کو وہی حیثیت حاصل ہے جو پھول میں خوشبو کو حاصل ہے۔ خوشبو پھول کے باطنی حسن کو اجاگر کرتی اور اس کی حقیقی پہچان بن جاتی ہے۔ احمد رضا بریلوی بہت بڑے عاشق رسول تھے۔ یہی عشق ان کا سرمایہ حیات اور یہ ادب و احترام ان کا اثاثہ عمل اور روحانی گذار ان کے لئے ذریعہ نجات تھا۔ احمد رضا خاں عشق مصطفیٰ کی بارات کس طور سجاتے ہیں اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

اللہ کی سرتاقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

الٰہی منتظر ہوں وہ خرام ناز فرمائیں
بچھا رکھا ہے فرش آنکھوں نے کمخواب بصارت کا

مضمون آفرینی کو شاعری کی جان کہا جاتا ہے۔ شاعر جتنا بلند مضمون باندھے گا اس کا کلام اتنا ہی زیادہ قبولیت عام اور فکری و فنی شوکت کا مقام حاصل کرے گا۔ اعلیٰ حضرت نے نعت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) رقم کرتے ہوئے مضامین آفرینی کی سربلندیوں کو چھوتے ہوئے بھی

Marfat.com

ادب و احترام مصطفیٰ کو فراموش نہیں کیا کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ اس کوچہ ارادت و عقیدت میں معمولی سی ٹھوکر بھی انہیں بلند مقام سے نیچے گرا سکتی ہیں نہ صرف یہ آپ نے خود نعت کے تقدس کو ملحوظ رکھا بلکہ دوسرے شعراء کی بھی راہنما کی فرمائی۔ چنانچہ اردو کے بلند پایہ شاعر حضرت اطہر ہاپوڑی نے ایک نعت لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیجی جس کا مطلع یہ تھا۔

کب میں درخت حضرت والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمہ لیلیٰ کے سامنے

اعلیٰ حضرت نے سن کر ناراضگی کا اظہار کیا کہ دوسرا مصرعہ مقام نبوت کے لائق نہیں ہے۔ آپ نے قلم برداشتہ اصلاح فرمائی ہے۔

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرش معلی کے سامنے

اعلیٰ حضرت کی اس اصلاح سے اطہر ہاپوڑی کی مضمون آفرینی اور صحت تخیل کو چار چاند لگ گئے۔ اب ہم اعلحضرت علیہ الرحمۃ کے کلام سے مضمون آفرینی' رفعت' تخیل' اور شوکت فکر کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
مرے کریم گنہ زہر ھی سہی لیکن
کوئی تو شہد شفاعت چشیدہ ہوتا تھا

حضرت احمد رضا خان صفت وثنائے حضور میں اس درجہ محو ہوئے کہ تمام زیست نعت کے علاوہ کسی اور طرز سخن کی جانب توجہ نہ کی۔ حضور دوعالم علیہ الصلوۃ و السلام تو سلطان اقالیم دو عالم ہیں۔ افتخار آدم و بنی آدم ہیں رحمت پناہ عاصیاں اور چارہ بے چارگاں ہیں۔اپ کا دربار وہ دربار معلیٰ ہے جہاں سے گداؤں کو شہنشاہی اور بوریا نشینوں کو عشق و عقیدت کے نام پر کجکلاہی

Marfat.com

عطا ہوتی ہے اس لئے کون چاہے گا کہ ایک بار اس دربار معلی سے نسبت حاصل کر کے کسی اور دروازے کی طرف دیکھے یا اپنے دور کے کسی سلطان یا امیر کا قصیدہ کہے۔ شاہ احمد رضا کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے نسبت پر اس قدر ناز تھا کہ اس کا اظہار ان کے کلام بجا ملتا ہے۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہ ناں نہیں

اعلیحضرت علیہ رحمتہ نے نعت کو ان بلندیوں پر پہنچا دیا کہ زمانے کو ان کی عظمت تسلیم کرتے ہی بنی۔ نعت مصطفیٰ وہ افتخار ہے کہ نعت گو شاعر بے اختیار اس کے احساس سے اپنے جذبات کو وجد میں لے آتا ہے۔ اس لیے شاہ احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

یہ کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

حضور سرور کائنات فخر موجودات محمد مصطفیٰ کی ذات گرامی میں قدرت نے ازل سے ابد تک کے تمام محامد و محاسن جمع کر دیئے ہیں۔ آپ کے ظاہری و باطنی فضائل عقل و خرد سے ماوراء اور کمالات ذہن انسانی سے کہیں بلند ہیں۔ شاعر کی فکر کمتر کمالات مصطفےٰ کا احاطہ کرنے کے لئے آگے بڑھتی ہے مگر بے بس و ناتواں ہو کر اپنی معذوری و مجبوری کا اعتراف کرنے لگتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے قلم حقیقت رقم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن ظاہری اور باطنی تجلیات کو جی بھر کر خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ان کا یہ خراج عقیدت اشعار کا ایک ایسا گلدہ ہے جس کا ہر پھول سدا بہار اور ہر غنچہ محبت سے مشکبار ہے۔ آپ نے اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن صورت کو اس شان سے اپنی شاعری کا اعزاز بنایا ہے کہ افق شاعری پر عظمت و شان مصطفیٰ کے نجوم تاباں ہر لحظہ نئی آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوئے

اور اصحاب نظر کے افکار کو مستیز کرتے نظر آتے ہیں۔ حسن و جمال مصطفیٰ کے حوالے سے ان کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

سرتابقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دھن پھول ذقن پھول بدن پھول

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے کبھی نہ عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

خامہ قدرت کا حسن دستکاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی اتاری واہ واہ

جب اعلیٰحضرت بریلوی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن باطنی اور جمال سیرت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کا انداز بیان دیدنی ہوتا ہے۔ ان کی نگاہوں میں حضور نبی کریم کے تمام خصائص و کمالات گھومنے لگتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ اسلام کے عظمت کردار رفعت گفتار بے پایاں رحمتہ للعالمین' میدن محشر میں آپ کی شفیع المذنبین' گناہ گار امت کے لئے حضور کی گریہ وزاری خطا کاروں کی بخشش کے لئے رحمت شعاری' جود و کرم کی فراوانی' لطف و عنایات کی فراغ دامانی' اخلاق عالیہ کی رفعت' سیرت و کردار کی عظمت خدا کی اپنے محبوب پر بے پایاں عنایت اور حضور نبی کریم کا امت کے لئے ہر آن امنڈتا ہوا بحر شفاعت یہ سب خصائص جب احمد رضا خاں کے قلم میں سماتے ہیں تو ان کے خامہ عنبر فشاں کو نئی توانائی اور ان کے ذوق مدحت کو حیرت انگیز گہرائی و گیرائی عطا ہوتی ہے۔ آپ کے کلام سے چند اشعار نذر قارئین ہیں۔

ایک میں کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

جب آئی ہیں جوش رحمت پہ ان کی آنکھیں

جلتے بجھا دیے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں
اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں
جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی
جس کے تلووں کا دھوون ہے آب حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی

شاہ احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کا وہ حصہ دلوں کو بے اختیار گداز آشنا کرتا ہے جب آپ حرمین الشریفین کی جانب سفر کی تیاری کرتے ہیں۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو دیکھنے کی تمنا ہر صاحب ایمان کی دل میں مچلتی ہے۔ اور جب وہ شخصیت اس مبارک سفر پر روانہ ہو رہی ہو جس نے عمر بھر عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیا ہو۔ توحید خداوندی کے آداب سکھائے ہوں' احترام و عقیدت رسول کی چمک عطا کی ہو۔ دلوں میں شمع عشق رسول جلا کر اجالا کیا ہو۔ جس کی اپنی زندگی عشق مصطفوی کی تصویر اور محبت رسول کی عملی تفسیر ہو۔ جس کے شب و روز بیت اللہ کے طواف اور حرم نبوی کی زیارت کے تصور میں گزرتے ہوں۔ تو پھر اس پر کیف سامانی کا سحاب کس شان سے پر تو فگن ہوگا۔ اس کا تذکرہ بہار آفریں بھی ہے اور روحانی لطف و سرور کا باعث بھی۔ آیئے ہم بھی احمد رضا خان کی اس کیف سامانی سے چند اشعار کا معنوی حسن مستعار لے کر دلوں کو شاد کام کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے
اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

جب آپ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں تو ان کی کیفیت دیدنی ہوتی ہے اور مدینہ منورہ کا تصور ان سے کس طور خراج عقیدت حاصل کرتا ہے اس کے جھلک

Marfat.com

ملاحظہ ہو

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

مدینہ منورہ کے بارے میں احترام و عقیدت کا کس شان سے اظہار کرتے ہیں' انداز دیکھئے۔

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

اور پھر مدینہ منورہ کی گلیوں میں اس عاشق رسول کے دل پر کیا گزرتی ہے۔ آنکھیں کس طرح اشکوں کی لڑیاں پروتی ہیں۔ انہیں یہاں ہرگام پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے نظر آتے ہیں۔ ایک طرف آپ کی بے قراری ہے اور دوسری طرف آقا و مولا کی نوازشوں کا احساس۔ اسی سے سرشار ہو کر مدینہ طیبہ کی گلی کوچوں کا طواف کرتے ہیں۔ گنبد خضریٰ کی زیارت کرتے کرتے جی نہیں بھرتا' دل مکین گنبد خضریٰ کی زیارت کے لئے مچلتا رہا۔ یہی بے قراری رنگ لائی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی عنایات بے کراں سے نوازے گئے۔ اس کیفیت کا اظہار کرتے ہیں۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

Marfat.com

شاہ احمد رضا خاں کا نعتیہ مجموعہ حدائق بخشش ہے جس کا اولین سال اشاعت ۱۳۲۵ھ ہے۔ رضا بریلوی کے نعتیہ کلام کا ایک دلاویز اور خوبصورت حصہ نعتیہ قصائد پر مشتمل ہے۔ ان میں سے قصیدہ نور' قصیدہ معراجیہ اور آپ کا طویل سلام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ قصیدہ نور میں بطور خاص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اقدس کے حوالے سے آپ کی صفات عالیہ کو موضوع شاعری بنایا گیا ہے۔ یہ قصیدہ اس قدر جامع اور اثر آفریں ہے کہ بے شمار عشاق مصطفیٰ اسے وظیفہ عقیدت جان کر پڑھتے ہیں۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

تیری نسل پاک سے ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

نعتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

Marfat.com

شیخ المشائخ سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی

محمد نواز کھرل

کچھ ایسے فخر حیات نادر روزگار وجود ہوتے ہیں کہ ان کی موت بھی رشک صد حیات ہوتی ہے ۔ وصال کے بعد وہ حیات بخش بن جاتے ہیں ان کے افکار تا ابد مردہ دلوں کے لئے سامان زیست مہیا کرتے رہتے ہیں ۔

ایسی ہی فخر روزگار ہستیوں میں سے ایک قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی تھے جنھوں نے گزشتہ ماہ وصال فرمایا اور ہفتہ ۸ جون ۹۱ء کو ٹاؤن شپ (بغداد ٹاؤن) لاہور میں واقع منہاج القرآن یونیورسٹی کے احاطہ میں لحد کی زینت بنے ۔ اپ کی ولادت باسعادت ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ کو عراق کے دارالحکومت بغداد میں ہوئی آپ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی اکیسویں پشت سے سیدنا شیخ المشائخ حضرت محمود حسام الدینؒ کے فرزند ارجمند تھے اپ کا شجرہ نسب اور شجرہ طریقت دونوں بہت تھوڑے تغیر کے ساتھ حضرت غوث اعظمؒ تک پہنچتے ہیں ۔ جس گھر میں آپ پیدا ہوئے اہل بغداد اسے " حرم دیوان خانہ قادریہ باب الشیخ " کے نام سے جانتے ہیں ۔ آپ کی دینی تعلیم " مسجد سید سلطان علی " میں مکمل ہوئی یہ مسجد بغداد میں شاہراہ الرشید پر دریائے کے کنارے واقع ہے آپ کے اساتذہ کرام میں علامہ سید اسد آفندی مفتی قاسم العیشی اور سید خلیل الراوی جیسی صاحب علم وفضل شخصیات شامل ھیں ۔ " مدرسہ دربار غوثیہ " میں اپ نے مفتی دولتہ العراقیہ سے بھی کسب فیض کیا ۔ آپ نے اسلامیان برصغیر

Marfat.com

کی روحانی تربیت اور سلسلہ قادریہ کے روحانی فیض کی تقسیم کے لئے نہ صرف اپنے وطن مالوف کو ترک کیا بلکہ اپنے جد امجد کی روحانی تجلیات کے مرکز " بغداد " کو چھوڑ کر ۱۹۵۶ء میں پاکستان کے شہر کوئٹہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی یہاں پر خان آف قلات میریار محمد خاں نے انھیں اپنی صاجزادی کے ساتھ شادی کی پیش کش کی جو انھوں نے قبول کر لی جن کے بطن سے اللہ تعالی نے آپ کو تین صاجزادے اور تین صاجزادیاں عطا فرمائیں ۔ صاجزادگان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں (۱) سیدنا محمود محی الدین گیلانی (۲) سیدنا عبدالقادر جمال الدین گیلانی (۳) سیدنا محمد ضیاء الدین الگیلانی

آپ کی شخصیت عصر حاضر میں اسلامیان عالم کے لئے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھی ۔ دنیا بھر میں لاکھوں کی تعداد میں مریدین وابستگان نے اپ سے روحانی فیض وتربیت حاصل کی ۔ آپ نے اپنی زندگی میں مشرقی افریقہ' مصر' سویڈن' ناروے' ہالینڈ' مغربی جرمنی' فاکو' بیلجیم' امریکہ' برطانیہ' کینڈا' سائیگاون' انڈونیشیا' سیول' برما' جاپان' سری لنکا' سنگاپور' اور بھارت کے تبلیغی دورے کئے ۔ مشرق وسطی کے جملہ عرب ممالک اور ریاستوں کے عوام تو اکثر آپ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کرتے رہتے تھے سیدنا طاہر علاوالدین جب بغداد سے نقل مکانی کرکے کوئٹہ میں رہائش پذیر ہوئے اس زمانے میں فیلڈ مارشل ایوب خاں پاکستان کے سربراہ مملکت تھے ۔ صدر ایوب خاں نہ صرف سیدنا طاہر علاوالدین کے ارادت مندوں میں شامل تھے بلکہ انہوں نے سیدنا طاہر علاوالدین کو مالی معاونت کی پیش کش بھی کی تھی ۔ پیر صاحب نے یہ کہہ کر معذرت کر لی تھی " جب خدا اپنے خزانوں کا دروازہ بند کر لے گا تو پھر اس کے بندوں سے مانگ لیا جائے گا۔ ذوالفقار علی بھٹو چونکہ سیدنا طاہر علاوالدین کو پاکستان کے سابق صدر ایوب خاں کے زمانے سے ایک محترم بزرگ کے طور پر جانتے تھے لہٰذا جب وہ بر سر اقتدار آئے تو اکثر وبیشتر سید زادے کے پاس دعا کی درخواست لے کر جاتے رہتے تھے ۔ پاکستان کے سابق صدر مرحوم جنرل محمد ضیاء الحق بھی سیدنا طاہر علاوالدین سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور اکثر آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے آیا کرتے تھے ۔ پاکستان کے موجودہ وزیر اعظم میاں نواز شریف بھی پیر طاہر علاوالدین کے مریدین میں شامل ہیں ۔

آپ کی محبت آمیز باتوں اور دکھ درد کی پوچھ گچھ سے ایسا محسوس ہونے لگتا تھا کہ واقعی درد وغم

غلط کرنے والا اور ظلمت یاس کی بجائے نور آس کی شعاعیں بخشنے والا ندیم عظیم مل گیا ۔ پہلی بار ایک نو وارد یا اجنبی آپ کا دیدار کرتا تو وہ آپ میں خلق محمدی کی صفتیں اور جمال یوسفی کی تمام رعنائیوں کی جھلک پا کر اپنی ہستی ' مرتبہ ' جاہ ومنزلت ' حیثیت غرضیکہ سب کچھ فراموش کرکے آپ کے جمال دلپذیر میں ہمہ تن محو ہو جاتا تھا ۔ آپ کا خلق عظیم سراپا تاثیر تھا ۔ ہر ملاقاتی یہی خیال کرتا کہ آپ کی توجہات اور مہربانیاں فقط اس کے ساتھ ہی بیش از بیش ہیں ۔ اس کے علاوہ باطنی طور پر وہ اپنے اندر ایک حلاوت قلبی محسوس کرتا تھا ۔ بدیں وجہ آپ سے ملاقات کرنے والا ہر شخص کی طبیعت کا رجحان خود بخود ایک دو ملاقاتوں میں ہی مختصر قیل وقال کے بعد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہو جاتا غرضیکہ آپ کی زیارت باسعادت غافل دلوں کے لئے تازیانہ کا کام کرتی ۔

حضرت شیخ المشائخ پیر طاہر علاوالدین کے روحانی مقام اور قدرو منزلت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ھے کہ آپ حضور غوث الوری ؒ کے وہ لخت جگر اور فیضان غوثیت مآب کے وہ امین ہیں جنہیں سیدنا غوث اعظم ؒ نے خود اس خطہ پاک میں رشد وہدایت کے لئے متعین فرمایا تھا ۔ اس ذی شان ہستی کا مقام ومرتبہ پوچھیئے مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی ؒ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا اختر رضاخاں سے کہ جب حضرت طاہر علاوالدین ایک مرتبہ بریلی تشریف لے گئے ۔ تو ریلوے اسٹیشن سے دربار حضرت الشاہ احمد رضاخاں بریلوی ؒ تک آپ کی کار کو لاکھوں عقیدت مند باری باری کاندھوں پر اٹھا کر لائے اورجب تک حضرت طاہر علاوالدین کا بریلی میں قیام رہا مولانا اختر رضا خاں ننگے پاوں رہے ۔ جب شیخ المشائخ حضرت طاہر علاوالدین فیصل آباد تشریف لاتے تو محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد ؒ سراپا عقیدت اور پیکر عجز ونیاز بن کر آپ کی خدمت بجا لاتے ۔ ریلوے اسٹیشن سے جامعہ رضویہ تک تمام راستہ سفید رنگ کے کپڑے کے تھانوں سے ڈھانپ دیا جاتا جس پر چل کر آپ کی گاڑی آتی ۔ اس طرح جب حضرت شیخ المشائخ لاہور میں جامعہ حزب الاحناف تشریف اتے تو مفتی اعظم پاکستان حضرت ابو البرکات مولانا سید احمد قادری ؒ درس حدیث منقطع کرکے ہاتھ باندھے آپ کی بارگاہ میں بیٹھ جاتے ۔

Marfat.com

ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری

جب کوئی
کسی کو یاد کرتا ہے ــــ
یاد رکھتا ہے ــــ دل میں سجاتا ہے ــــ نگاہوں میں بساتا ہے ــــ روح میں سموتا ہے ــــ جان میں گھلاتا ہے ــــ تو ــــ اس کی کوئی وجہ ہوتی ہے ــــ کوئی سبب ہوتا ہے ــــ کوئی نسبت ہوتی ہے ــــ کوئی تعلق ہوتا ہے ــــ کبھی تو لب و رخسار کی گرمیاں دل کو نرماتی ہیں ــــ کبھی کاکل پیچاں زنجیر بنتے ہیں ــــ کبھی نگاہوں کے تیر جگر کے پار ہوتے ہیں ــــ حسن جس صورت میں بھی ہو دل کھینچتا ہے ــــ حسن کو چھپانے سے چھپایا نہیں جاسکتا ــــ حسن کو بھولے سے بھلایا نہیں جاسکتا ــــ یہ حسن کے جلوے ہی ہیں جو یادوں کے جگنوؤں میں ڈھل جاتے ہیں ــــ
کبھی یوں ہوتا ہے کہ میٹھی میٹھی گفتگو کانوں میں رس گھولتی دل میں اترتی چلی جاتی ہے اور یوں لفظوں کے مضراب سے یادوں کے ساز آواز دینے لگتے ہیں ــــ اسی طرح کبھی کسی کی مہر وفا اور ہمدردی و غمگساری گھائل کر جاتی ہے ــــ کسی کے احسان کا بوجھ گردن جھکا دیتا ہے ــــ کسی کی پیہم نوازشات گرویدہ بنالیتی ہیں ــــ اور پھر یادوں کی خوشبو ــــ مشام جاں کو معطر کرنے لگتی ہے ــــ

یاد جب دھیان میں اترتی ہے
اک کرن جان میں اترتی ہے

حسن صورت کے جلوے ہوں، حسن سیرت کے اجالے ہوں یا لطف و عطا کی مہک ہو سب کا نتیجہ محبت ہے ـــ اور محبت کا وظیفہ یاد ہی یاد ہے ـــ

آج ہم اس کی یادوں کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں ـــ جس کے حسن کے جلوے قریہ قریہ کوبکو پھیلے ہوئے ہیں مگر اس کی صورت نظر نہیں آتی ـــ اس کی صفات کا نور ہر خوبی و کمال میں موجود ہے مگر اسے ہم اس کی سیرت نہیں کہہ سکتے ـــ اس کے لطف و کرم سے جھولیاں سب کی بھری جاتی ہیں مگر دینے والا نظر نہیں آتا ـــ سورج کی کرنوں میں ـــ چاند کی چاندنی میں ـــ ستاروں کی جھلملاہٹ میں ـــ بہاروں کی لطافت میں، آبشاروں کے ترنم میں ـــ کوہساروں کے وقار میں، دریاؤں کی روانی میں ـــ سمندروں کی ہیبت میں، صحراؤں کی وسعت میں فضاؤں کی پہنائیوں میں ـــ ہر سو ہر جگہ اسی کے حسن کی جلوہ آرائی ہے ـــ وہ خود حسن ہے اور خود ہی حسن ساز اور حسن پرور ہے ـــ اسی کے حسن کی تعریف میں کسی نے کتنی جامع بات لکھی ہے۔

عبارا تنا شتی وحسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر

ہماری عبارتیں اگرچہ تیری تعریف میں مختلف ہیں مگر تیرا حسن واحد ہے ـــ اور ہماری تمام عبارتیں تری ذات جمال کی طرف اشارہ کرنے والی ہیں ـــ

اس کے کرم اور لطف و عطا کی بات پوچھنا ہو تو کالی بدلیوں سے نچڑتے پانیوں سے پوچھو ـــ بنجر زمین کی کوکھ سے پھوٹتی ہریالیوں سے پوچھو ـــ شہد کی مٹھاس اور دودھ

Marfat.com

کی لذت سے پوچھو ــــ صبح صبح بھوکے جاتے اور شام کو بھرے پیٹ اپنے آشیانوں کو لوٹتے پرندوں کی قطاروں سے پوچھو ــــ طویل بیماری کے بعد پھر سے تندرست اور توانا ہوتے انسانوں سے پوچھو ــــ

یقیناً وہی حسن اور وہی عطائیں اس لائق ہیں کہ ہم بار بار ان کو یاد کرکے ان کا ذکر کر کے اپنے دلوں کو زندہ کریں ــــ

وہ حسن لم یزل ہر حسن، ہر خوبی ہر جمال اور ہر کمال کا خالق

ہمارا سچا معبود، ہمارا رب ہمارا اللہ ہے۔

اللہ جو سارے جہانوں کا مالک اور پروردگار ہے ــــ

اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے ہمارا ہی نہیں ہمارے محبوب نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی رب ہے اللہ جو بھوکوں کو کھلاتا اور پیاسوں کو پلاتا ہے۔

وما من دابتۃ علی الارض

زمین پر اپنے پاؤں سے چلنے والا کوئی ذی روح نہیں جس کا رزق اس نے اپنے ذمے نہیں لیا ــــ زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے

وہ ستار ہے وہ غفار ہے، وہ رحمٰن ہے وہ رحیم ہے وہ حی ہے وہ قیوم ہے ــــ وہ قوی ہے وہ علیم ہے وہ حافظ ہے وہ ناصر ہے ــــ

اس کا ذکر کئے بغیر ہم رہ نہیں سکتے ــــ اس کی یاد بغیر ہم مسلمان ہو نہیں سکتے

اے مرد مسلمان!

ذرا سوچ تو سہی!

اگر کوئی مشکل وقت تمہیں کچھ رقم ادھار دے دے تو تم ساری عمر اس کے گیت

Marfat.com

گاتے ہو ــ اگر کوئی تمہیں ظالم کے پنجہ استبداد سے چھڑا دے تو ہم دم اس کا دم بھرتے ہو ــ اگر کوئی کچھ دیر کے لئے تمہیں بیٹھنے کی جگہ فراہم کر دے تو اس کا بھی شکریہ ادا کرتے ہو ــ اس کا تذکرہ کرتے ہو ــ

کیا یہ عجیب نہیں کہ تم ان چھوٹی چھوٹی عطاؤں کو یاد رکھتے ہو اور اپنے رب اپنے اللہ کی ان گنت لاتعداد بے شمار نعمتوں کو بھول جاتے ہو ــ

ان تعدو نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ القرآن

اگر تم اس کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہ کر سکو ــ

عقل کا تقاضا ہے۔

کہ ہر گھڑی ہر آن ہر پل ہر لمحہ اس اللہ کو یاد رکھو ــ اس کی یاد سے اپنے دل کو آباد رکھو ــ اس کے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھو ــ

تم دولت والوں ــ منصب والوں اور حکومت والوں کو یاد کر کے خوش ہوتے ہو مگر وہ بھول کر بھی تمہیں یاد نہیں کرتے بلکہ سامنے آؤ تو پہچاننے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔ آؤ اپنے پروردگار اپنے رب اپنے سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے معبود کو یاد کر کے دیکھو جواب ملتا ہے۔

فاذکرونی اذکرکم

تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

نہ صرف خود تمہیں یاد کروں گا بلکہ دل دل میں تمہاری یاد اتار کر تمہارا چرچا کر دوں گا

سارے غلام اپنے مالک کو اور سارے نوکر اپنے بادشاہ کو یاد کرتے ہیں ــ سعادت تو اس غلام اور نوکر ــ کی ہے جس کو مالک اور بادشاہ خود یاد کرتا ہے۔

فاذکرونی اذکرکم
تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا۔

اور پھر یہ بھی غور کرو!

کہ جب تم اللہ اللہ کررہے ہوتے ہو اپنے رب کو یاد کررہے ہوتے ہو ـــــ تو اسیوقت کتنے اللہ کے محبوب بندے بھی بستیوں میں دریاؤں میں صحراؤں میں پہاڑوں میں اللہ اللہ کررہے ہوتے ہیں ــ گویا تمہاری آواز بھی اس سرمدی آفاقی نغمے میں شامل ہو جاتی ہے ـــــ کیسی بڑی سعادت ہے ـــــ

پھر اگر تم غور کرو!

تو یہ لفظ اللہ وہ ہے جسے لاکھوں اولیا کرام اور صحابہ کرام نے اپنے لبوں کی زینت بنایا ہے ـــــ تمہاری خوشی، مسرت، سرور، کیف اور وجد کی انتہا نہیں رہنا چاہئے جب تمہیں پتہ چلے کہ یہ نام یہ اسم پاک اللہ تو وہ جسے تمہارے محسن تمہارے محبوب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس ہونٹوں سے چوما ہے۔ پھر کیوں نہ تم بھی جھوم کے کہو صبح کہو اور شام کہو دن کہو اور رات کہو

اللہ اللہ اللہ اللہ

تم جس جس طرح اپنے معبود کو یاد کروگے تمہارا معبود اسی طرح تمہیں جواب دے گا۔ تم جو گمان اس کے بارے میں رکھو گے وہ تمارے گمان کے مطابق تمہیں نوازے گا ـــــ تم اس کی جس صفت کو یاد کروگے۔ اسی کا عکس تمہاری ذات کو منور کرے گا ـــــ تم بیماری میں اسے یاد کرو وہ شفا دے کر تمہیں یاد کرے گا ـــــ تم

Marfat.com

بھوک میں اس کو یاد کرو وہ تمہیں سیر کر کے یاد کرے گا۔ تم پریشان حالی میں اسے یاد کرو وہ تمہیں خوش حال کر کے یاد کرے گا تم تنگ دستی میں یاد کرو وہ رزق میں کشائش دے کر تمہیں یاد کرے گا اور جب تم اسم ذات اللہ کو ورد زبان بناؤ گے تو وہ اپنی تمام صفات کے فیضان سے تمہیں نوازے گا۔

تم علم چاہتے ہو! عزت چاہتے ہو!۔۔

رزق چاہتے ہو!۔۔ کامیابی چاہتے ہو۔۔ دشمنوں سے حفاظت چاہتے ہو۔۔ گناہوں سے نجات چاہتے ہو۔ نیکیوں کی توفیق چاہتے ہو۔۔ غرض تم جو کچھ بھی چاہتے سب کا ضامن یہ ایک سرمدی کا نام ہے

اللہ! اللہ! اللہ!

اللہ کی یاد اللہ کا ذکر ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس کی عظمت کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا مفہوم ہے جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے انہیں کوئی غم فکر نہیں ہوگا مگر اس لمحے پر وہ افسوس کریں گے جو دنیا میں بغیر یاد خدا کے گزر گیا۔

یہ حال تو جنت کا ہے۔ دوزخ والوں کا کیا حال ہوگا۔۔
کل پچھتانے سے بہتر ہے کہ آج اپنے مالک کو یاد کرلو۔

اللہ! اللہ! اللہ!

جو لوگ اللہ کا ذکر چھوڑ دیتے ہیں اس کی یاد ترک کرتے ہیں ان کے دل مردہ ہو جاتے ہیں جب دل مردہ ہو جائے تو پھر حواس پر شیطان کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ انگ انگ

Marfat.com

میں شیطان گھس جاتا ہے ایسے شخص سے جو فعل بھی سرزد ہوتا ہے گناہ ہوتا ہے ــــ گناہ کیا وہ تو گناہ اور ثواب نیکی اور بدی میں تمیز بھول جاتا ہے ــــ گویا نحوست پوری طرح اس کو گھیر لیتی ہے۔ دنیا میں بھی خراب اور آخرت بھی برباد ہو جاتی ہے۔

اگر تم چاہو کہ

شیطان تم پر غالب نہ آ سکے ــــ نیکی اور بدی کی تمیز باقی رہے۔ کل تمہارا اللہ تم سے ناراض نہ ہو تو شیطان کی بھرپور مخالفت کے لئے۔

سانس سانس کے ساتھ اپنے اللہ کا ذکر کرو

اللہ! اللہ! اللہ!

شہریارِ ارم تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعت شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

قد بے سایہ کے سایہ مرحمت
ظل ممدود رافت پہ لاکھوں سلام

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام
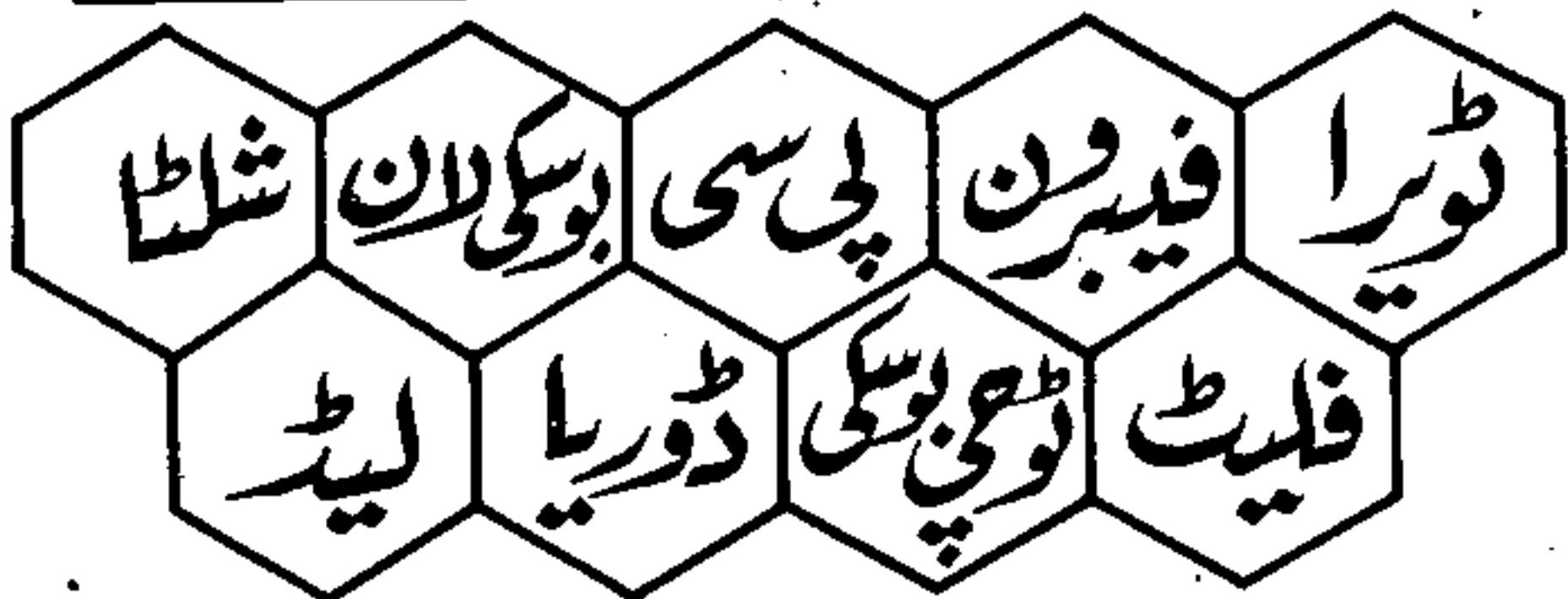
پروفیسر محمد منور مرزا ڈائرکٹر اقبال اکیڈمی (پاکستان) لاہور

جب سے اولاد میں ایک خدا کا تصور کارفرما ہے عقیدے کی رو سے نوع انسانی دو گروہوں میں بٹ رہی ہے اہل ایمان اور غیر اہل ایمان غیر اہل ایمان کو آپ چاہیں تو اہل کفر کہہ لیں جب دین خدا جس کا ہر زمانے میں خدا کا عطا کردہ نام اسلام تھا نبی اکرم کی رسالت کے روپ میں مکمل ہوگیا تو اس دین کی علامت کلمہ طیبہ قرار پایا یعنی اس اصول کا تسلیم کرنا کہ خدا ایک ہے اور محمد مصطفیٰ خدا کے رسول ہیں کلمہ طیبہ آخری کلمہ ہے اب آئندہ نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی وحی بوسیلہ فرشتہ آئے گی نہ کوئی شریعت نازل ہوگی اور نہ کوئی کلمہ ظہور میں آئے گا کلمہ طیبہ بتارہا ہے کہ اسلام نام ہے اس دین کا جس میں خدا کے ساتھ محمد مصطفیٰ پر ایمان لازم ہے آنحضور کو مانے بغیر اگر کوئی اقرار توحید کرتا ہے تو وہ موجد بے شک کہلا لے گا مگر اس کا دین دین اسلام نہ ہوگا لہٰذا وہ مسلم نہ کہلا سکے گا۔ مطلب واضح ہے کہ اب پوری دنیائے آدم میں اللہ کا دین ایک ہے اور وہ اسلام ہے اور دیگر تمام مذاہب ایک ملت یا عقید ہیں خدا کے منکر اور حضور رسالتماب کے منکر سب کے سب غیر مسلم ---- گویا پوری دنیائے آدم میں دو "قومی نظریہ" کارفرما ہے، پوری دنیا میں مسلم ملت کہلانے والے معاشرے ایک برادری ہیں اور ان کے مقابل دھریئے اور منکرین رسالت محمدیہ دوسری برادری

ہندو معاشرہ اور بت پرستی

برعظیم پاک وہند میں مختلف نسلوں کے لوگ آباد تھے، جن کا کوئی مرکزی عقیدہ نہ تھ ان کے ملک کا نام آریہ ورت تھا۔ اور یہ نام بھی آیاروں کی آمد سے بعد کا ہے، بہرحال اس برعظیم میں بسنے والے کسی ایک مرکزی شخصیت کی سیرت سے محروم تھے، توحید کے واضع تصو سے محروم تھے، اور ان کی تقریباً ساری آبادی بت پرست تھی، کثرت کثیرہ اب بھی بت پرست ہے اب سے تقریباً ایک سو سال پہلے "آریہ سماج" وجود میں آیا وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ

بت نہیں پوجتے مگر جیسا کہ پہلے عرض ہوا ہندوؤں کی بیشتر بلکہ حاوی آبادی بت پرست ہے ۔
یہ بات ذہن میں رکھنے کے لائق ہے کہ اس وقت دوسرے کسی بڑے معاشرے میں نہ بتوں یہ فراوانی ہے اور نہ بتوں کو اور ساتھ ہی جانوروں کو زندہ خدا جانا جاتا ہے اور نہ انہیں اس طرح والہانہ پوجا جاتا ہے اگر کوئی انسانی گروہ کسی جنگل پہاڑ یا جزیرے میں آج سے پانچ ہزار سال قبل کی حالت میں بندرہ کر جم کر اور محبوس ہو کر رہ گیا ہو تو یہ الگ بات ہے ورنہ دنیا کے دیگر تقریباً" سارے بت پرست یا بت پسند معاشرے اب اپنے بتوں کو محض آثار قدیمہ جانتے ہیں اور انہیں اپنے کمال صنعت کا ثبوت قرار دیتے ہیں ' مصر ' یونان ' روما ' ایران ' جاپان وغیرہ لیکن حیرت ہے کہ بھارتی ہندو معاشرے میں بت آج بھی ایک زندہ حقیقت ہے وہ آج بھی دیوتا ہیں - یہ حیرت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم یہ امر مدنظر رکھتے ہیں کہ ہندو معاشرہ تمدن وتہذیب کے دریائے رواں سے سیراب ہورہا ہے جس نے بڑے بڑے سائنسدان ' ماہرین ریاضیات اور عظیم فلا سفر پیدا کیے ہیں یہ ہندومعاشرہ بہت بڑا معاشرہ ہے چین کے بعد آبادی کی رو سے دنیا کا سب سے بڑا معاشرہ ہے ' مگر ذہنی طور پر یہ معاشرہ پانچ ہزار سال پرانا معاشرہ ہے مراد ہے ذہناوہیں کھڑا ہے جہاں پانچ ہزار سال قبل تھا ان کے ذہن و فکر نے زمانے کا ساتھ نہیں دیا علم گو بڑھتارہا مگر علم ایک الگ شعبہ ہے اور عالی ظرفی شائستگی اور تمدن دوسرا شعبہ ہے علم معلومات مہیا کرتا ہے علم تعمیرانسانیت کا فریضہ سر انجام نہیں دیتا تعمیرانسانیت کا فرض بہترین انسان ہی ادا کر سکتے ہیں اور بہتریں انسان ہر دور میں وہی تھے جو خدائی احکام ونواہی کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اسلام کی کامل صورت اور خدائی احکام ونواہی پر استوار کمیل ترین سیرت آنحضورؐ کی ہے اس لیے ہمارے عقیدے کی رو سے بہتریں افراد وہ ہیں جو نبی خاتم ؐ کی سیرت کا اچھے سے اچھا نمونہ ہوں مگر ہندو معاشرہ چونکہ توحید کے واضح تصور اور رسالت کے مفہوم ہی سے نا آگاہ ہے لہٰذا وہ بت پرستی اور حیوان پرستی سے اوپر اٹھ ہی نہیں سکتا ایسے معاشرے میں کوئی سیرت مرکزی سیرت کیونکر بن سکتی ہے یہی دلفریز کون باعث ہے کہ کوئی خدا کو مانے جب بھی ہندو نہ مانے جب بھی ہندو تناسخ کا قائل ہوجب بھی ہندو نہ ہو جب بھی ہندو ' بت پوجے جب بھی نہ پوجے جب بھی ہندو کرشن جی مہاراج کو پر بھوجن کا اوتار تسلیم

Marfat.com

کرے جب بھی نہ ہندو نہ کرے جب بھی ہندو ' غرض یہ معاشرے جب سے وجود میں آیا ہے اس کے کوئی مقرر ضوابط نہیں یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی ہندو محقق بھی یہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ ہندو کی تعریف کیا ہے ؟ ہندو کو ن ہے ۔ اس ضمن میں پنڈت شوکشن کول کی کتاب "Hindus Wake up "کا مطالعہ کافی ہو رہے گا اس کتاب میں کول صاحب آخر میں فقط یہ کہہ سکے کہ ہندووہ ہے جو برصغیر کے معاشرے سے نسبت رکھتا ہوں اس کا نام اس معاشرے کا ناموں کا سا ہوں اور اس معاشرے کے تمدن کے رنگ میں رنگا ہوا ہو یہاں کے میلے اور اس میں اس کے بھی میلے اور اس میں ہیں ۔

ہندو معاشرہ سعادی ماحول کا قیدی

مشہور مغربی فلاسفر ھیگل نے نے اپنی کتاب " فلسفہ تاریخ " میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ دنیا میں کوئی دوسرا معاشرہ اس طرح اپنے جغرافیے اور ماحول کا قیدی نہیں جس طرح ہندو ستانی معاشرہ ہے ہندوستانی سے ھیگل کی مراد ہندو معاشرہ ہے ۔ یہی باعث ہے کہ البیرونی کے بقول (اور اس کا یہ قول اس کی کتاب " ماللہند" کے آغاز ہی میں وارد ہے کہ ہندوؤں کے نزدیک ان کے وطن کی سرزمین سے باہر کی ساری ناپاک ہے اور پاک دھرتی فقط انہی کا وطن ہے وہ غیر ملکیوں کو ملیچھ کہتے ہیں لیکن چونکہ ہر بیرونی سر زمین پلید ہے لہٰذا غیر ملکی اور ناپاک ہم معنی ہوگیا ' البیرونی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہندو لوگ اتنے بر خود غلط ہیں کہ ان کی نزدیک جمیع علم وفنون کا گھر انہی کا وطن ہے چنانچہ کس علمی بحث میں اگر یہ کہاجائے خراسان کے فلاں عالم نے یہ لکھا یا کہا ہے تو وہ حیرانی سے پوچھتے ہیں ہندوستان سے باہر کے لوگ یہ بات کیونکہ جانتے ہیں ؟ ----- وعلی ھذا القیاس ۔

ذات پات پر استوار طبقے

مزید برآں یہ کہ ہندوؤں میں برہمن کی عنایت سے ذات پات کا رواج نہایت شدت سے رواج پذیر تھا ذات سے مراد طبقے تھے ' برہمن خدائی پر تو کی مالک بہترین انسانی ہستی تھے ان کے بعد کھشتری تھے ان کے بعد ویش ' پھر بیچارے شودر ' تمام عقائدی امور کے تحویلدار برہمن تھے وہ اصول اپنی مفاد کے مطابق اختراع کرتے اوراسے دھرم کا جھپہ بنا دیتے وہ راجوں مہاراجوں

کی تاجوشی اور خوشی اور غم کی جملہ رسوم کے متولی تھے
کشتری حکمرانی کے ذمہ دار تھے نظم ملک داری ان کے سپرد تھا اس ضمن میں بھی برہمن نے یہ اختیار اپنے پاس رکھا ہوا تھا کہ جس گروہ یا جماعت یا قبیلے کو چاہتے اپنے مفاد کی خاطر کھشتری قرار دے دیتے ویش لوگ تجارت اور کھیتی باڑی کا کام کرتے جبکہ شودر تمام تر بچ تھے کہ انہیں باقی تینوں بڑے طبقوں کی خاطر ہر چھوٹی سے چھوٹی خدمت بجا لانا پڑتی تھی بڑھی وہ تھا جولاہا وہ تھا لوہار وہ تھا 'گندگی صاف کرنے والا وہ تھا' اس کا انسانی درجہ اتنا گھٹیا تھا کہ ویدوں کے پوتر کلمات تک نہ زبان سے ادا کر سکتا تھا اور نہ سن ہی سکتا تھا اگر وہ سنتا ہوا پایا جاتا تو اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کے ڈال دیا جاتا اور اگر اس کی زبان سے ویدوں کے الفاظ ادا ہوتے سن لیے جاتے تو ان کی زبان کاٹ دی جاتی --- مطلب یہ ہے کہ جسے وہ ذات پات کہتے ہیں درحقیقت وہ مختلف طبقے اور گروہ ہیں مگر یہ چار طبقے آریائی طبقے تھے شودر سمیت ایک طبقہ اور بھی تھا وہ جملہ غیر آریائی قبائل کا طبقہ تھا ۔ جو سرے انسانی حقوق کے مالک نہ تھے وہ غیر آریائی ہونے کے باعث چنڈال تھے راکھش تھے اور نہ جانے کیا کیا یہ وہی لوگ ہیں جو اچھوت کہلاتے ہیں یعنی ان کا چھو جانا بلکہ ان کے سائے کا چھو جانا بھی آرائی نسل کے شخص یعنی جاتی کے پوت کو بھرشٹ پلید کر دیتا ہے ان بد بخت کروڑوں انسانوں میں وہ لاکھوں افراد بھی ہیں جو اچھوت سے بھی بدتر ہیں وہ ادیکھ (undeeablas) کہلاتے ہیں یعنی یہ وہ افراد ہیں کہ ان کی نظر بھی اگر آریہ نسل کے کسی شخص پر پڑ جائے تو وہ بھرشٹ ہوجاتا ہے ۔ لہٰذا یہ لوگ جنگلوں پہاڑوں اور دور دراز کے بے آباد جنگلات پر آباد رہتے ہیں اس ضمن میں سوامی
دھرم تیرتھ مہاراج کی کتاب The Menace of Hindu Imporialiam کا مطالعہ کافی ہورہے گا کوئی اور دیکھنے کی فرصت ہو تو وہ سی نراد چودھری کی The continent (سوس کا جزیرہ جادو) ----- یہ دونوں حضرات خود ہندو مذہب کے پیروؤ ہین اور ہندوؤں کے خون خوار آداب حیات و نظریات سے نالاں ہیں ۔

ہندو معاشرے کا رویہ دوسرے معاشروں کے بارے میں

سی نراد چودھری ہے اپنی اس کتاب میں ایک بات یہ بھی تحریر کی ہے ہندو قوم کے مزاج

Marfat.com

کا یہ پہلو سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ھر دم تشویش اور گھبراہٹ میں کیوں مبتلا رہتی ہے مثلا ہندوں کو یہ اضطراب لاحق رہتا ہے کہ فلاں اور فلاں ہمسایہ ملک سے ہمیں فورآ نپٹ لینا چاہیے اگر ہم اس کو دبا نہیں لیتے تو یقیناً وہ ہمیں دبا لیگا اسی طرح سی نراد چھودھری نے یہ بھی رقم کیا ہے کہ ہمسائے سے ہٹ کر خود ان کے اپنے معاشرے میں بھی اگر کوئی ایسی قوم یا قبائل کی جماعت موجود ہو جو ان کے اوضاع واطوار اور آداب و رسوم پر کاربند نہ ہو تو اس کے ضمن میں بھی کھٹکتے رہتے ہیں چاہیں گے کہ ایسی جماعتیں یا قبیلوں کی سرکوبی کر ورنہ وہ لوگ ان کی سرکوبی لازما" کر دیں گے مطلب یہ ہوا کہ ہندو کسی کے ساتھ نیک ہمسائے کی طرح یا مل جل کر رہ ہی نہیں سکتے ایسی گھبرائی اور خوفزدہ (pniody) قوم کیساتھ بقائے باہم (coexetence) کس طرح ممکن ہوسکتی ہے جو ہردم اس چکر میں رہے کہ مارڈالو ورنہ مارے جاؤ گے ۔۔۔۔ سی نراد چودھری نے مزید یہ لکھا ہے کہ ایسی نفسیاتی کیفیت میں رہنے والی قوم لازما" خونخوار ہوتی ہے اور یہ خونخواری اس کی بزدلی کی پیداوار ہوتی ہے ۔

برعظیم میں مسلمانوں کی حاکمانہ آمد

یہ تھی اس قوم کی ذہنی فضا جس قوم سے مسلمانوں کو اس برعظیم میں واسطہ پڑا اس برعظیم میں مسلمانوں کے تسلط کا آغاز ۷۱۲ء ۷۱۱ء میں ہوا جب محمد بن قاسم نے سندھ میں فتح کا آغاز کیا اسی سال کے دوران میں طارق بن زیاد نے اندلس (ہسپانیہ) میں قدم رکھا تھا اور اسی سال میں قتیبہ بن مسلم نے دریائے جیحوں عبور کر کے ترکوں کے علاقون میں اپنی کامرانی کے پرچم لہرائے تھے ۔

ہندو مسلم مل جل کر کبھی نہیں رہے

پہلے بتایا جاچکا ہے کہ ہندو باہر سے آنے والے ہر شخص یا قبیلے یا گروہ کو ملیچھ جانتے تھے چنانچہ مسلمانوں کے ساتھ بھی ان کا رویہ یہی رہا یہ بجا کہ مسلمان ۷۱۲ سے لیکر ۱۹۴۷ء تک یعنی بارہ سو سال سے بھی زیادہ مدت تک اس برعظم میں آباد رہے اور ظاہر ہے کہ ہندو بھی یہیں رہے ۔۔ اور یہی وہ ظاہری صورت ہے جو گھپلا پیدا کرتی ہے لہٰذا سوال اٹھایا جاتا ہے ایک ہزار سال سے زیادہ مدت تک اکٹھے رہنے کے بعد آخر مسلمانوں کو علیحدگی کی کیا سوجھی اور کیوں سوجی

Marfat.com

سیدھی سی بات یہ ہے کہ مسلمان اور ہندو ایک برعظیم میں آباد ضرور تھے مراد ہے ایک ہی ملک کے باشندے تھے مگر وہ اکٹھے کبھی نہ رہے جہاں ہندو کے ساتھ غیر ہندو کا چھو جانا ہندو کو ناپاک کر دیتا ہو وہاں مل جل کر رہنے کی گنجائش ہی کہاں تھی؟ مسلمانوں کی مسجدیں تھی ہندوں کے بت خانے تھے مسلمان گائے کھاتے تھے ہندو گائے پوجتے تھے ہندو گائے کے پیشاب کو پاک پوتر جانتے تھے ۔ گھر کو بھی کس کو شدھ کرنا ہو یعنی اس کی غلاظت دور کر کے اسے دوبارہ ہندو بناتا ہو تو اسے گائے کے پیشاب میں گوبر ملا کی پلایا جاتا تھا اور تاحال یہی حال ہے

مسلمانوں کا تشخص

مسلمانوں کے تمام تاریخی حوالے غیر ہندی تھےان کے پسندیدہ اکابر وہ تھے جن سے ہندوں کو شدید چڑ تھی ۔ ان کے حلال و حرام کے معیار ایک دوسرے سے مختلف تھے بیاہ شادی کے انداز جدا جدا تھے زندگی اور کائنات کے بارے میں رویے قطعا الگ الگ تھے تہذیب و تمدن کی علامات میں شدید تباین تھا رینان (Renan) لکھتا ہے کہ فقط ایک علاقے میں آباد ہونا یا ایک زبان بولنا کسی انسانی جمعیت کو ایک قوم نہیں بنادیتا سب سے اہم بات ماضی میں باہمی اشتراک ہوتا ہے ۔ اکابر اور ہیرو سانجھے ہونے چاہیں ماضی کے کارہائے نمایاں پر یکساں اور برابر کا فخر ہو اور یہ جذبہ موجود ہو کہ پھر ویسے بھی کارہائے نمایاں مل کر اور اکٹھے ہو کر انجام دیے جائیں کیا ہندوؤں اور مسلمانوں کی تاریخ ماضی مشترک تھی؟ کیا آئندہ وہ مل کر کسی مشترک ماضی کا احیاء کرنا چاہتے تھے؟ یہ بات ہرگز ممکن نہ تھی یہی سبب ہے کہ قائد اعظم نے فرمایا تھا کہ پاکستان تو اس روز معرض وجود نہیں آگیا تھا جس روز پہلے ہندو نے اسلام قبول کیا تھا قائد اعظم کا مطلب یہ تھا کہ دین اسلام قبول کرنے والا ہندو پھر جس تاریخ پر فخر کرنے لگتا ہے وہ اسلامی تاریخ ہوتی ہے ہندو کی تاریخ نہیں ہوتی اس کی پسند ناپسند غیر ہندوانہ ہوجاتی ہے اس کے پاکیزگی اور پلیدی کے معیار بدل جاتے ہیں اس کے آداب ور رسوم بدل جاتے ہیں اس کی سیرت اور سے اور ہو جاتی ہیں غرض کہ ایک شخص جو ہندو تھا اس کا مسلمان ہونا صرف ایک مادی وجود کا مسئلہ نہ تھا بلکہ یہ ایک نیا نظریہ اور عقیدہ تھا جو پرانے نظریے اور عقیدہ کے مقابل آن کھڑا ہوا نئی تاریخ کا آغاز ہوگیا نئے تمدن کا آغاز ہوا تھا زندگی کے بارے میں نئے زاویہ نظر کا آغاز ہوا گویا پرانی ہندو دنیا میں

Marfat.com

ایک نئی اسلامی دنیا جلوہ گر ہوگئی یہ تھا معنی ہندو کے قبول اسلام سے پاکستان کے ظہور میں آنے کا۔

پاک ناپاک

مسلمان تو ساری دنیا کو پاک جانتا ہے حضور نبی اکرم کا ارشاد ہے کہ ساری زمین مسجد ہے ظاہر ہے کہ اس عقیدے کے ہوتے ہوئے مسلمان کسی بھی سرزمین کو ناپاک نہیں کہہ سکتا حق یہ ہے کہ ناپاک اور ناپاک کا جھگڑا بھی ہندوؤں کی ایک مخصوص نفسیاتی کیفیت کا پیدا کردہ ہے اور یہ بتایا جاچکا ہے کہ ان کے عقیدے میں ان کا وطن آریا ورت یا بھارت پوتر (پاک) تھا اور باقی ساری دھرتی اپرتر (ناپاک تھی) لہذا باہر سے آنے والا ہر شخص ناپاک تھا ' بات یہیں پر ختم نہ ہوئی وہ افراد یا قبائل بھی جو اصلا" نسلا" ہندوستانی تھے جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو وہ بھی ملیچھ یعنی غیر ملکی کہلائے اور غیر ملکی ہونے کے باعث ناپاک 'ہم اپنے ہندو دوستوں سے پوچھا کرتے تھے کہ ایک شخص کل تک ہندو تھا آج مسلمان ہوگیا مسلمان ہوتے ہی وہ پلید ہوگیا وہ تو باہر سے نہیں آیا ' وہ ملیچھ کیونکر ٹھہرا ' ؟ تو پتہ یہ چلا کے باہر سے آنے والا نام بھی ملیچھ ہے اور باہر سے آنے والا مذہب بھی ملیچ نے اس کے باوصف یہ کہنا کہ ہندون کے ساتھ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک اکھٹے رہے پھر آخر مسلمانوں نے جدائی کا راستہ اختیار کیوں کیا کتنا بے علانہ سوال ہے ؟

ایک ہزار سال کا تجربہ

مجھ سے ایک بار ایک عرب مصری دوست نے یہی پوچھا تھا میں نے جوابا" عرض کیا کہ کیا ایک ہزار سالہ تجربہ بھی ہمیں ہندو کے باب میں رائے دینے کا حق دار نہیں کرتا ؟ ہندو کے ساتھ اتنا طویل عرصہ اس برعظیم میں ہم نے بسر کیا لہذا فیصلے کرنے کا بھی حق ہی کو حاصل ہے

حاکم اور محکوم کا تعلق

میں نے اپنے دوست سے کہا کہ بھائی جب مسلمان حاکم تھے جتنے جتنے حصے پر حاکم تھے اس وقت وہاں وہاں ہندو محکوم تھے سرار ہے برعظیم میں جہاں جہاں اور جب تک مسلمان حاکم تھے

Marfat.com

ہندو محکوم تھے کیا حاکم و محکوم کی حیثیت جداگانہ ہوتی ہے یا اسے بقائی باہمی اور مل جل کر رہ
قرار دیتے ؟ پھر جب انگریز آئے تو انھوں نے ہندو اور مسلمان دونوں معاشروں کو غلام بنا لیا کہ
ایک جیل میں ایک عرب اور غیر عرب ایک طویل مدت اکٹھے رہیں تو وہ ایک قوم کہلانے لگے ہیں
اور ان کے عرصہ ہم زندانی کو یکجہتی اور اتحاد اور بقائے باہم قرار دیا جائے گا ؟ تو مسلمان او
ہندو اس طرح ہندوستان میں اکٹھے رہے اور پھر جب آزادی کی ہوائیں قدرے روح افزائی
کرنے لگیں تو ہندو نے ہندو کی طرح ہندو کے لیے سوچا اور مسلمانوں مسلمان کی طرح مسلمان کے
لیے سوچا اسے اکٹھے رہنا یا مل جل کر رہنا ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا ---

سادھو سروپ سنگھ

اس ظمن میں سادھو سوپ سنگھ یاد آتے ہیں انہوں نے ایک کتابچہ شاید ۱۹۴۶ء میں امرتسر
سے چھپوایا تھا ' نام تھا Sikhs Dcmand thcir Homland سکھ اپنا وطن مانگتے ہیں " سادھو
سورب سنگھ جی کے اس کتابچے میں پنڈت جواہر لال نہرو کے دعوی کو سختی سے رد کیا کہ
ہندوستان میں ایک قوم آباد ہے سادھو جی نے جوابا یہی پوچھا تھا کہ کیا ایک آقا کے غلام ہونے
کے باعث غلام ایک قوم بن جاتے ہیں یا ان میں اتحاد پایا جاتا ہے ؟ پنڈت جی اگر آپ کو کسی چمار
کے ساتھ ایک حوالات میں ایک مدت تک بند رکھا جائے تو کیا وہ بندی کا دور آپ میں اور اس
چمار میں اتحاد اور یکجہتی کا دور گنا جائے گا ؟ --- سادھو جی نے کہا اتحاد ایک سے احوال کا
نام نہیں ۔ اتحاد اور آرزوں کی آزادی و اتحاد کا نام ہے؟ یہ تقریبا وہی بات ہے جو ہم پہلے ریناڈ
کے حوالے سے عرض کر چکے ہیں ۔

ہندو بھی حکومت کا خواہاں اور مسلمان بھی

مسٹر Wakcficld ہندوستان میں تقریبا نصف صدی رہے وہ انگریز کے سیاسی شعبے سے
وابستہ تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب گول میز کانفرنس کے تحاد کا فیصلہ ہوا تو مہاراجہ پٹیالہ نے
تمام ہندوستانی مندوبین کو دعوت دی دعوت دھلی میں دی گی یہ ظاہر ہے کہ مہاراجہ نے اس
دعوت کا اہتمام انگریزی حکومت کے اشارے پر کیا تھا اب ہوا یہ کہ ہر میز پر دو چار ہندو دو چار
مسلمان اور ایک پولیٹکل ڈیپارٹمنٹ کا کوئی اہم عہدیدار انگریز بیٹھایا گیا تاکہ ان لوگوں کی باہمی

Marfat.com

گفتگو سنی جائے اور ذہنوں کی سیاسی فضا کو سمجھا جائے مسٹر ویک فیلڈ کہتے ہیں میری میز پر سر شفیع سر علی امام، وغیرہ تھے، مالویہ کہہ رہے تھے سر شفیع سے کہ آپ ہم پر اعتماد کریں ہم آپ کے لیے سب کچھ کریں گے اس پر گرما گرما بحث چلی اور آخر میں سر علی امام نے مجھے مخاطب کیا اور کہا مسٹر ویک فیلڈ اصل بات تو یہ ہے کہ ہندو چاہتا ہے وہ حکومت کرے مسلمان چاہتا ہے وہ حکومت کریں

مسلمانوں سے قبل غیر ہندو معاشروں کا حشر

ہندو کی مزاجی کیفیت پہلے بتائی جا چکی ہے کہ ہندو اپنے یہاں کے غیر ہندو گروہوں یا معاشروں کو شک اور خوف کی نظر سے دیکھتے ہیں ۔ اور رویہ یہ ہوتا ہے اور یہی ہندو کی تاریخ بتاتی ہے کہ ان دشمنوں کو دبا لو ورنہ یہ دبا لیں گے، مسلمانوں کی آمد سے قبل کئی اقوام ہندوستانمیں داخل ہوئیں اور رفتہ رفتہ ہندوں نے انہیں مدغم کر لیا بدھ مذھب تو ہندوستان ہی میں ظہور پذیر ہوا تھا، بدھوں نے تقریبا ایک ہزار سال حکومت بھی کی مگر جب وہ مغلوب ہوئے تو ہندوں کے ہاتھوں نابود ہوگئے اب بھی بدھ کے مقدس مقامات تو ہندوستان میں ہیں لیکن بدھ کے پیرو سری لنکا برما سے لیکر جاپان تک پھیلے ہوئے ہیں مسلمان بھی جب سے برعظیم میں آئے تھے اجنبی ہی رہے ہندو ان کے قریب نہ پھٹکے، یہی عومی کیفیت تھی انفرادی معاملات بے شک جدا مسئلہ ہے وہ ملازمت کا معاملہ ہو یا تجارت کا دھندا ہو لیکن ہندو آبادی کی اکثریت کے دل مسلمانوں سے ہمیشہ دور ہوئے اور مسلمان بھی آگاہ تھے کہ وہ جس ملک میں رہ رہے ہیں وہاں ان کی بقاء ان کے اقتدار کی بقا تک ہے (باقی آئندہ شمارے میں)

ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن و ادا کی قسم
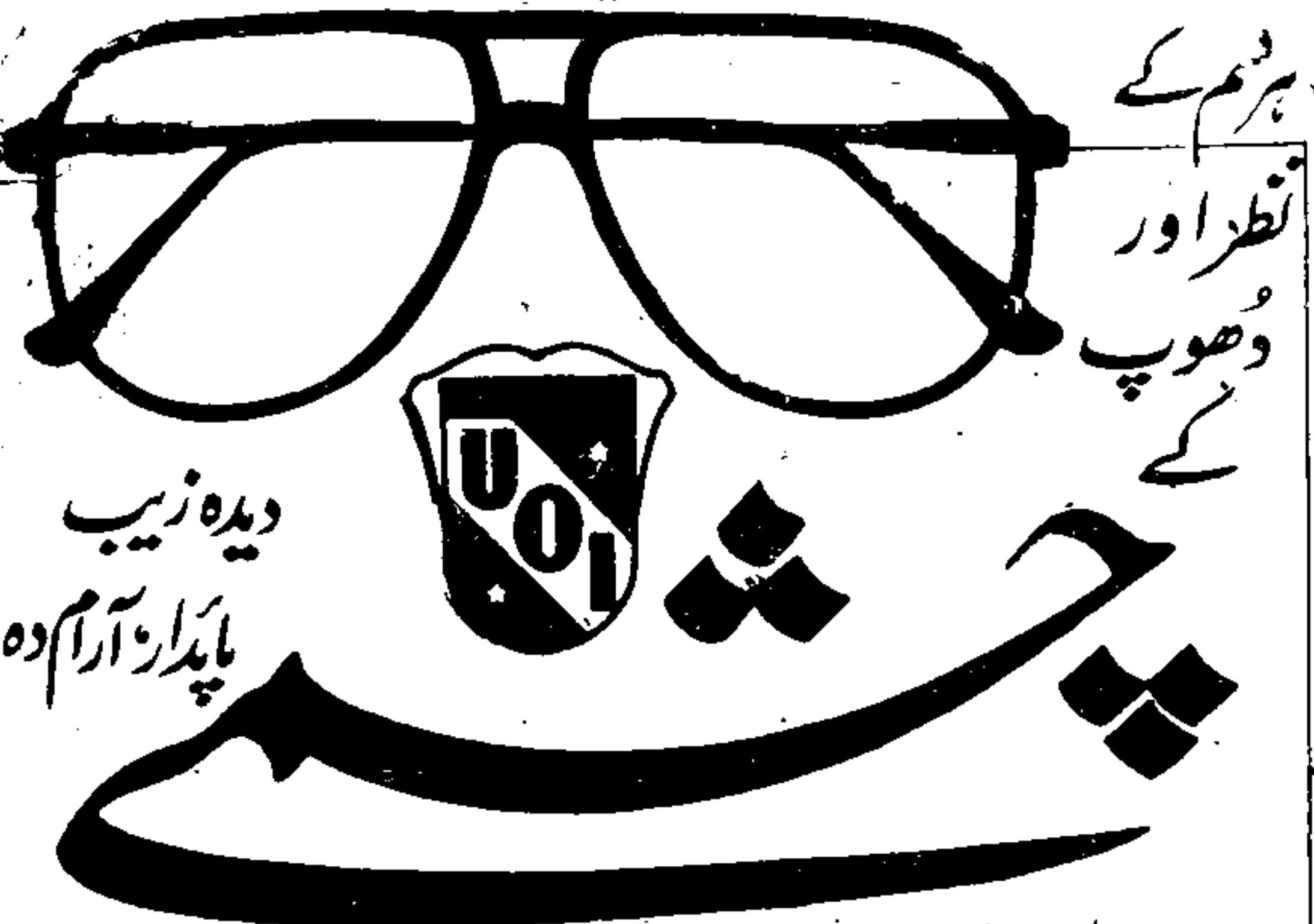
Marfat.com

پروفیسر طاہر فاروقی

(چند یادیں' چند خطوط)

از: سید نور محمد قادری

میں سکول کے زمانے ہی میں پروفیسر محمد طاہر فاروقی مرحوم و مغفور کے اسم گرامی سے واقف ہو چکا تھا اسکول کی لائبریری میں "سیرت اقبال" مولفہ فاروقی صاحب موجود تھی میں نہ صرف اس کا بلکہ اردو شعر و ادب کی کئی چھوٹی موٹی کتابوں کا مطالعہ بھی کر چکا تھا تعلیم مکمل کرنے کے بعد خیال کیا کہ اگر کسی صاحب فن ادیب کے مشورہ سے اردو ادب کا باقاعدہ مطالعہ کروں تو زیادہ بہتر ہوگا چنانچہ نگاہ انتخاب فاروقی صاحب پر پڑی اور اس سلسلہ میں ایک عریضہ ان کی خدمت میں ارسال کیا۔ انہوں نے بکمال شفقت و نوازش میرے عریضے کے جواب میں ایک مفصل خط تحریر کیا جس میں میرے تدریجی مطالعہ کے لئے پروگرام درج تھا یہ پروگرام تبدیلوں کے لئے اب بھی دلیل راہ کا کام دے سکتا ہے ملاحظہ ہو۔

پشاور یونیورسٹی

۲۷۔ جون ۱۹۵۱ء

مکرمی و محترم۔ اسلام علیکم'

میں کیا اور میرا مشورہ کیا لیکن جب آپ کو اردو اور اردو ادب سے دلچسپی ہے تو میرے خیال میں یوں کیجئے کہ۔

۱۔ ایک تو قومی زبان منگوانا شروع کیجئے یہ انجمن ترقی اردو پاکستان ہسپتال روڈ کراچی سے نکلتا ہے اور انجمن کا پندرہ روزہ سرکاری اخبار ہے اس لئے آپ کو اردو کی ہمہ جہتی کاروائیوں کا علم ہوتا رہے گا۔

۲۔ انجمن ہی سے مولوی عبدالحق صاحب کی قواعد اردو اور کیفی صاحب کی "کیفیہ" منگائیے یہ دونوں کتابیں زبان کی بنیادی باتیں بتائیں گی

Marfat.com

۳ ۔ رسالے پڑھتے رہیے لیکن اصل بات یہ ہے کہ ثقہ مصنفین کی تصنیفات کا بغور مطالعہ کیجئے زبان سیکھنے سمجھنے کے لئے سب سے زیادہ مفید یہ ہوگا کہ آپ مولانا نذیر احمد دہلوی اور مولانا راشد الخیری کے ناول اور قصے پڑھیں اور ان ہی کے ساتھ خواجہ حسن نظامی اور مرزا فرحت اللہ کی کتابوں کا مطالعہ کریں ۔

۴ ۔ ان کے بعد خاص طور پر ذیل کے مصنفوں کی کتابیں پڑھیئے

سرسید ' مولانا شبلی ' مولانا حالی ' مولانا عبدالحلیم شرر ' محمد حسین آزاد ۔ ان کی کتابوں سے آپ کی دلچسپی بھی ہوگی معلومات میں بھی اضافہ ہوگا اور زبان بھی سمجھی جائے گی ۵ ۔ سال دو سال میں آپ ان مصنفین کو بخوبی پڑھ لیں ۔ یا پھر آگے قدم بڑھایئے گا زبان سیکھنے کے لئے دور حاضر کے مصنفین سے زیادہ ان بزرگوں کی کتابیں مفید ہیں ۔

والسلام

دعائے خیر کا طالب

محمد طاہر فاروقی

فاروقی صاحب کے اس مرتب کردہ پروگرام سے اس فقیر بے نوا نے بہت فائدہ اٹھایا ہے میری زبان میں اگر پختگی اور متانت ہے تو یہ سب کچھ فاروقی صاحب ہی کا فیضان ہے ۔

(۲)

اس کے بعد بھی ان سے کبھی کبھی خط و کتابت ہوتی رہی لیکن میری اور ان کی باقاعدہ مراسلت ۱۹۷۲ء سے شروع ہوئی جو ان کی وفات تک جاری رہی ۔ اس باقاعدہ خط و کتابت کی ابتدا تو حضرت علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے قادریہ سلسلہ میں بیعت سے ہوئی لیکن بڑھتے بڑھتے کئی اور موضوعات پر پھیل گئی بلکہ اس دوران وہ میرے معالج بھی بن گئے وہ اعلیٰ درجہ کے ہومیوپیتھ تھے ' ہر پندرہ دن کے بعد دوائی ارسال فرماتے اور مجھے ان کے علاج سے کافی افاقہ ہوا جس نسخہ میں کچھ ردوبدل کرنا ہوتا تو پشاور کے سب سے بڑے ہومیوپیتھ پروفیسر عبداللہ خاں درانی صاحب سے مشورہ کرتے درانی صاحب کا تعارف انہوں نے ایک خط میں اس طرح کروایا ہے ۔

Marfat.com

" یہاں ایک عجیب اوصاف کے بزرگ ہیں ۔ انجنیئر ہیں انجنیئرنگ کالج کے پرنسپل تھے دو تین سال سے ریٹائر ہوگئے ہیں ۔ دوسری صفت ان کی قلندری اور درویشی ہے تیسرا وصف یہ ہے کہ بہت اعلیٰ ہومیوپیتھ ہیں چالیس سال سے صرف خدمت خلق کی خاطر علاج کرتے ہیں سینکڑوں روپے ماہانہ کی دوائیں مفت تقسیم کرتے ہیں ۔ (۲)

فاروقی صاحب نے ۲۱ نومبر ۱۹۷۴ء کے خط میں تحریر فرمایا ۔

" آپ کا پتہ ایسا ٹیڑھا پڑھا ہے کہ کبھی بالمشافہ ملاقات کا امکان دور دور نظر نہیں آتا ۔ از راہ کرم اپنا ذاتی اور صفاتی تعارف تو کر دیجئے کہ یادگار رہے جوابا" میں نے اپنا مختصر سا تعارف لکھ بھیجا تو انہوں نے جوابا" فرمایا کہ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ کا تعلق آوان شریف سے ہے میرے ایک عزیز دوست میاں سعید الرحمن صاحب یہاں پشاور میں جنرل مرچنٹ ہیں ان کا خاندان بھی آوان شریف سے متعلق ہے ۔ گجرات میں داماد تھے اس لئے میرا گجرات آنا جانا ہوتا تھا ۔ آوان شریف کے حضرت صاحب زادہ صاحب سجادہ نشین وہاں فروکش ہیں صحیح معنوں میں درویش صفت بزرگ ہیں دو بار ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی توفیق ہوئی ہے " نمبر ۳

میاں سعید الرحمن صاحب ۔ حضرت قاضی (سلطان محمود قادری) رحمتہ اللہ علیہ دربار آوان شریف کے مرید و خلیفہ مولوی باغ دین صاحب مرحوم و مغفور کے پوتے اور میاں سرفضل حسین سابق وزیر اعظم متحدہ پنجاب کے حقیقی بھانجے ہیں شعرو ادب کا ستھرا ذوق رکھتے ہیں اور ایک وسیع لائبریری کے مالک ہیں ۔ ۴

میاں سعید الرحمن صاحب اور فاروقی صاحب کی آپس میں بڑی گہری چھنتی تھی ان دونوں ہستیوں میں قدر مشترک عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم واحترام اولیا کرام تھا ۔میاں صاحب ہر مہینے بڑے اہتمام سے گیارویں شریف مناتے میاں صاحب ہر مہینے بڑے ذوق و شوق اور خلوص سے شامل ہوتے ۔

فاروقی صاحب اگرچہ خود تو سلسلہ ء نقشبندیہ میں حضرت حافظ پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے لیکن دوسرے سلسلہ ہائے تصوف کے اکابر کا بھی بڑا احترام فرماتے تھے خصوصا" حضرت پیران پیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے ان کے عقیدت عشق

Marfat.com

کی حد تک پہنچی ہوئی تھی حضرت صاحب کی شان میں لکھی ہوئی فاروقی کی ایک منقبت ملاحظہ ہو
جس کی ردیف شیاً للہ ہے۔

روز عصیاں شب دیجور ہے شیاً للہ
کشمکش میں دل رنجور ہے شیاً للہ

جرم و عصیاں میرا دستور ہے شیاً للہ
آپ کا عفو بھی مشہور ہے شیاً للہ

ہر سوالی جم و مغفور ہے شیاً للہ
اک جہاں فیض سے معمور ہے شیاً للہ

جو بھی دربار میں آیا نہ گیا خالی ہاتھ
آپ کے در کا یہ دستور ہے شیاً للہ

نور عرفان سے میرا سینہ خالی بھر جائے
آپ کے لطف سے کیا دور ہے شیاء للہ

بسرو چشم بصد شوق ہمیں ہے منظور
جو بھی کچھ آپ کو منظور ہے شیاً للہ

آپ کے روضہ پرنور پہ جلوے رقصاں
یا کوئی برق سرِ طور ہے شیاً للہ

نورحق آپ نے آفاق میں پھیلایا تھا
کفر کی پھر شب دیجور ہے شیاً للہ

پڑ گئے پائے طلب میں . چھالے
منزل شوق ابھی دور ہے شیاً للہ

آپ کے لطف سے مٹ جاتے ہیں سب غم شاہا
طاہر خستہ بھی رنجور ہے شیاً للہ !

فاروقی صاحب کو ذات رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور عشق تھا آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک پر ان کی آنکھیں ہمیشہ نم ہو جاتیں یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ فاروقی صاحب اعلیٰ پائے کے شاعر تھے خصوصاً" ان کے نعتیہ اشعار سوز و گداز اور تاثیر و کیف کی خوبیوں سے مالا مال تھے ایک دفعہ میری گذارش پر انہوں نے اپنی چند پسندیدہ نعتیں اپنے قلم سے لکھ کر ارسال کیں۔ ایک نعت ملاخط فرمائیں۔

آپ کے کوچے میں ہو میرا گزر یا مصطفیٰ
میری پیشانی اور وہ سنگ دریا مصطفیٰ

اس جوار قدس میں للہ کیجئے یا رب
یارسول اللہ ۔ یا خیرالبشر یا مصطفیٰ

ارمغان شایان دربار رسالت کچھ نہیں
ہاں بس اک شرم گنہ اک چشم تریا مصطفیٰ

رشحہ ابر کرم ایک چھینٹا ہی ہے
میری ظلمت کی بھی ہو جائے سحر یا مصطفیٰ

آپ کے جودو سخا سے ہیں دو عالم فیض یاب
اس طرف بھی ایک رحمت کی نظر یا مصطفیٰ

آپ کو شیخین کا ہے واسطہ کرم کیجئے
ہوں خطا کارو خطا جو سر بسر یامصطفیٰ

از رہ لطف و کرم آپ اپنا دیوانہ کہیں
بس یہ ہو ظاہر کی نیت کا ثمر یا مصطفیٰ

جو حضرات اس سلسلے میں زیادہ تفصیلات میں جانا چاہتے ہیں وہ فاروقی صاحب کی کتاب" اقبال اور محبت رسول " کا مطالعہ فرمائیں

اپریل ۱۹۷۵ء کے شروع میں میں فاروقی صاحب سے ملنے کے لئے پشاور گیا اور ایک ہفتہ تک ان کا مہمان رہا۔ اس دوران میں شاید ہی کوئی ایسا موضوع ہو جس پر میری اور ان کی گفتگو نہ ہوئی ہو ۔ ان کی باتوں میں بڑی لطافت' دل آویزی اور شیرینی تھی ۔ جس موضوع پر بھی

Marfat.com

گفتگو کرتے معلومات کا سمندر بہا دیتے ۔ اور موضوع کا کوئی پہلو بھی تشنہ نہ چھوڑتے ۔ میں پشاور ۶ اپریل کو پہنچا تھا اور ۹ اپریل کو معلوم ہوا کہ مولوی شیر عالم خاں مرحوم کی برسی میں شرکت کے لئے کراچی سے سید الطاف علی صاحب بریلوی اور مولوی ریاض الدین صاحب بانی جناح ڈگری کالج اور ٹیکنیکل کالج کراچی تشریف لائے ہوئے ہیں اور ۶ طارق روڈ پر مقیم ہیں ۔

چنانچہ ۱۰ اپریل کو فاروقی صاحب اور میں ان حضرات کو ملنے طارق روڈ گئے تو بڑے خلوص اور محبت سے پیش آئے فاروقی صاحب نے میرا تعارف کرایا اور کہا کہ یہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب سے گہری عقیدت رکھتے ہیں اور ان پر آج کل کام کررہے ہیں ۔ یہ سن کر سید الطاف علی صاحب بریلوی کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی اور اعلیٰ حضرت کی ذات اور ان کے علمی کارنامے سید صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں بیان کرنے شروع کر دیئے ۔ انہوں نے فرمایا ۔

۱ ۔ اعلیٰ حضرت کے معتمد خاص سید ایوب علی رضوی صاحب ان کے حقیقی ماموں تھے

۲ ۔ اعلیٰ حضرت کو انگریزی حکومت سے اس قدر نفرت تھی کہ بادشاہ کی تصویر والا ٹکٹ لفافے پر ہمیشہ الٹا لگاتے ۔

۳ ۔ اعلیٰ حضرت کے جنازے میں انہیں شرکت کا فخر بھی حاصل ہوا ہے

۴ ۔ بدایوانی مقدمہ کی تفصیل سید صاحب نے اس طرح بیان کی ۔

جب مولانا بدایونی وغیرہ نے اعلیٰ حضرت پر عدالت میں مقدمہ دائر کیا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ میں انگریز کی عدالت میں نہیں جاؤں گا ۔ عدالت سے وارنٹ بھی جاری ہوئے لیکن آپ نے کوئی پرواہ نہ کی اور عدالت میں جانے سے انکار کر دیا ۔ محلّہ میں جگہ نہ رہی تو ہندوستان کے کونے کونے سے آئے ہوئے لوگوں نے میونسپل ہائی سکول کے وسیع احاطہ میں بستر بچھائے اور کہا کہ پولیس ہماری لاشوں پر سے گزر کر ہی اعلیٰ حضرت تک پہنچے گی ۔ آخر بریلی کے ایک درد مند مسلمان اور سرسید احمد خاں کے معتمد دوست مولوی حشمت علی صاحب وکیل نے فریقین میں صلح کروادی صلح نامہ عدالت میں داخل کر دیا گیا لیکن اعلیٰ حضرت نے عدالت میں نہ پیش ہونا تھا اور نہ ہوئے ۔

Marfat.com

اعلیٰ حضرت کے علاوہ سید صاحب نے مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شیروانی اور سید سلیمان اشرف بہاری رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں بھی بہت سی دلچسپ اور معلومات افزا باتیں سنائیں۔

فاروقی کی معیت میں پروفیسر عبداللہ درانی سابق پرنسپل انجنیئرنگ کالج علی گڑھ اور میاں سعید الرحمن صاحب سے بھی طویل ملاقاتیں ہوئی ہیں میاں صاحب سے تو حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمتہ دربار آوان شریف (گجرات) کے متعلق کافی غیر مطبوعہ مواد بھی دستیاب ہوا۔

۱۱ اپریل ۱۹۷۵ء کو میں فاروقی صاحب سے رخصت ہوا تو انہوں نے اپنی تصنیفات میں سے "فن نثرنگاری اور "فصاحت و بلاغت" ہدیۃً مرحمت فرمائیں اور ان کتابوں پر اپنے قلم سے یہ عبارت تحریر فرمائی۔

محب مکرم

محترمی جناب سید نور محمد شاہ صاحب قادری

کی خدمت میں محمد طاہر فاروقی پشاور ۷۵ - ۴ - ۹

فاروقی کے خطوط سلاست اور سادگی کے شاہکار ہیں جو کچھ کہنا چاہتے ہیں سیدھے سادھے اور بے تکلف انداز میں کہہ دیتے ہیں میرے پاس ان کے کوئی دو درجن خطوط محفوظ ہوں گے۔ ان میں سے چند خطوط ہدیہ قارئین ہیں۔ یہ خطوط ان کی شخصیت اور انداز نگارش کو سمجھنے کے لئے کافی مدد معاون ہو سکتے ہیں۔

۸۹ / ۱۱ صاحب سنگھ بلڈنگ
صدر پشاور ۳ دسمبر ۱۹۷۴ء

محب مکرم

السلام علیکم۔

کرم نامہ مورخہ ۲۸ نومبر مل گیا تھا جواب میں چند روز کی تاخیر ہو گئی یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ کا تعلق آوان شریف سے ہے میرے ایک بہت عزیز دوست میاں سعید الرحمن صاحب یہاں پشاور میں جنرل مرچنٹ ہیں۔ ان کا خاندان بھی آوان شریف سے متعلق ہے۔ گجرات میں میرے داماد تھے اس لئے گجرات میں میرا آنا جانا ہوا تھا۔ آوان شریف کے حضرت

صاجزادہ صاحب (محبوب عالم) سجادہ نشین وہاں فروکش ہیں صحیح معنوں میں درویش صفت بزرگ ہیں دوبارہ ان کی خدمت میں حاضری کی توفیق ہوئی ہے

دربار علی پور سیداں کے حضرت صاجزادہ الحاج حافظ سید اختر حسین شاہ صاحب کے حکم پر مین نے سیرت اہلبیت کی ترتیب و تدوین کی سعادت حاصل کی ہے ضخیم کتاب ہو گئی ہے ۔ انشاء اللہ اپریل تک زیور طبع سے آراستہ ہو جانے کی توقع ہے ۔ اس کتاب کا سارا مواد حضرت صاجزادہ صاحب نے جمع کر دیا اور لکھنے کی خدمت میں نے انجام دی

میں ۴۵ سال مدرس رہا ۔ اب چار سال سے گوشہ عافیت میں بسر کر رہا ہوں خدا کا فضل و کرم ہے کہ ابھی لکھنے پڑھنے کا حوصلہ باقی ہے اگر آپ نے " نقوش محبت " کا ایک نسخہ عطا فرمایا تو شکر گذار ہوں گا اور استفادے کی کوشش کروں گا

میں نے ہومیوپیتھک طریقہ علاج باقاعدہ سکول میں داخل ہو کے سیکھا تھا اگر آپ اپنے درد سر کی کیفیت پوری لکھ بھیجیں تو کیا معلوم کودک نادان کا نشانہ کام آجائے اور میں یہ خدمت انجام دے سکوں ۔

والسلام

محمد طاہر فاروقی " ٦

پشاور

۱۳ جنوری ۱۹۷۵ء (رات)

محب مکرم

اسلام علیکم

آج دن میں کرم نامہ ملا یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ کو ان دواؤں سے اک گونہ فاقہ ہے ۔ خدا کا فضل شامل حال رہا تو انشاء اللہ صحت بھی حاصل ہوگی

چند روز ہوئے ایک سخت حادثہ گزر گیا یہاں بازار قصہ خوانی میں جمعہ سے پہلی رات کو آگ لگ گئی جنرل مرچنٹوں کی دوکانیں ایک قطار میں تھیں نو کی نو جل کر راکھ ہوگئیں اوپر تین

Marfat.com

وکیلوں کے دفاتر تھے ذرا بچے ہوئے تھے محفوظ رہے میرے بڑے داماد وکیل ہیں ان کا بالا خانہ سب ختم ۔ چھ سات الماری کتابیں فرنیچر فائل ذرہ برابر کوئی چیز نہیں بچی یہی حال میاں سعید الرحمن کی دوکان کا ہے ۔

ستر بہتر برس کی دوکان ختم ہوگئی قاسم (میرے داماد) اور میاں سعید الرحمن کا نقصان پچاس پچاس ہزار سے ایک ایک لاکھ تک ہوا ہو گا ۔ بڑا حادثہ یہ ہے کہ اب نہ مال و متاع رہا نہ ٹھکانہ ۔ خدا فضل فرمائے اور ان کو نعیم البدل عطا کرے ۔ سخت حادثہ ہے بڑے صبر و تحمل سے یہ لوگ برداشت کر رہے ہیں ۔ دعا فرمایئے ۔

والسلام

محمد طاہر فاروقی "

محلہ کریم شاہ بخاری عقب میٹرو سینما

پشاور شہر ۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۷۸ء

محب و مکرم

اسلام علیکم

مدت کے سکوت کو آپ نے توڑا ۔ خوب کیا ۔ فیضان اور تذکرہ ' کے عطیات کا شکریہ استفادہ کروں گا ۔ بعد میں رائے دوں گا اس دوران آپ اکثر یاد آئے مگر خط لکھنے کی توفیق نہ ہوئی ۔

میں زیادہ تر بیمار رہنے لگا ہوں اور اب چار ماہ سے مستقل علیل ہوں ۔ فالج ہوا ہے مگر ہلکا حملہ ہے پھر بھی معطل کر گیا ہے بس دعاؤں کی ضرورت ہے دوائیں بڑے التزام سے کر رہا ہوں

اقبالیات کا زمانہ خاصہ مصروف گزرا ۔ I سیرت اقبال پر نظر ثانی کی اور اضافے کے لئے یہ پانچواں ایڈیشن بہت جامع بن گیا ہے ۵٦ صفحات ہوئے ہیں ۔

۲ ۔ اقبال اور محبت رسول ۔ اقبالیات کی سرکاری مطبوعات میں شامل ہے ۔ ۲۳۲ روپے قیمت مگر

Marfat.com

ٹائپ میں بہت عمدہ چھپی ہے
تیسرا مضامین کا مجموعہ تھا وہ اب تک نہ چھپا۔

دعاؤں کا محتاج

کم ترین طاہر فاروقی " ۸

۱۳ ستمبر ۱۹۷۸ء کے خط کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ فاروقی نے اپنی وفات سے صرف ایک ہفتہ قبل اپنے مفلوج ہاتھوں سے لکھا تھا اور ممکن ہے کہ یہ ان کی آخری تحریر ہو۔

یہ تھی جناب پروفیسر محمد طاہر فاروقی صاحب مرحوم و مغفور کی ایک ہلکی سی جھلک
خدا بخشے بڑی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

سید نور محمد قادری
چک نمبر ۱۵ شمالی ڈاکخانہ چک نمبر ۵
براستہ ملکوال۔ ضلع گجرات

تیری مرضی پاگیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا
تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا
تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا تر گیا
تیری آمد تھی کہ بیت اللہ سجدے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر گیا
کیوں جناب بوہریرہ تھا وہ کیسا جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

Marfat.com

جسٹس میاں محبوب احمد
چیف جسٹس عدالت عالیہ لاہور

Marfat.com

قیام پاکستان کے مقاصد سے ہمارا اجتماعی اغماض اگرچہ تشویشناک ہے لیکن حیرت و یاس کی اس تکلیف دہ کیفیت میں بھی بعض درد مند دلوں سے تحریک پاکستان کی روح سے محبت کی دھڑکنیں سنائی دیتی ہیں اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ہمدرد فاونڈیشن اس قبیلہ کی سرخیل ہے جس نے اس تمام عرصہ میں تکمیل پاکستان کی جدوجہد کو زندہ رکھنے کے لیے مسلسل اور انتھک محنت سے کام کیا ہے ' یہ بات اور بھی اطمینان بخش ہے کہ فاونڈیشن نے اپنی توجہ صرف علمی مباحث تک محدود نہیں رکھی بلکہ قومی اور ملکی سطح پر ہر عمر اور ہر طبقہ کے افراد کو اس میں عملی طور پر شریک کیا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آج کی محفل میں شریک نوجوانوں کے روشن چہروں پر آپکو عزم وہمت آثار کے نظر آرہے ہیں جس لگن اور جذبہ کے ساتھ نوجوانوں نے آج کی مجلس مذاکرہ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے وہ قابل ستائش ہی نہیں بلکہ امید افزا بھی ہے

۲ ۔ اہمیت کے اعتبار سے زیر بحث موضوع ہماری اجتماعی بقا اور ہمارے نظریہ حیات کی خشت اول ہے ۔ پاکستان سے محبت میرے نزدیک عمومی حب الوطنی سے بہت بلند اصطلاح ہے کیونکہ

پاکستان بذات خود منفرد حالات میں منفرد تقاضوں کے پیش نظر وجود میں آیا تھا ۔ یہ عمومی حالات میں قائم نہیں ہوا۔ لہٰذا اس سے محبت کے تقاضے بھی خصوصی نوعیت رکھتے ہیں ۔ دنیا کی یہ واحد مملکت ہے جو نظریاتی بنیادوں پر جمہوری انداز میں قائم ہوئی میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے محبت کے ضمن میں فرائض اور حقوق کا تار و پود بھی نظریاتی اور جمہوری حوالوں سے مرتب ہونا چاہیے

۳ ۔ پاکستان کی نظریاتی وحدت اور اساس بلاشبہ اسلام ہے لہٰذا پاکستان سے محبت کا بنیادی تقاضہ یہ ہے کہ ہم اپنے فرائض کو اسلامی انداز فکر سے پہچانیں ۔ اسلامی طرز حیات کا کمال یہ ہے کہ اس میں فرائض کی بجا آوری ہی حقوق کی ضامن بن جاتی ہے اور اس کلیہ کا اطلاق انفرادی اور اجتماعی زندگی میں مساوی طور پر ہوتا ہے ۔ اس حوالہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہماری ملکی زندگی کی علامت ٹھہرے گا ۔ کیونکہ امت مسلمہ کو ارفع مقام محض اس لیے عطا ہوا کہ اس کے افراد نیک کام کرنے کو کہتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں

ارشاد ربانی ہے

ترجمہ:۔ (مومنو) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو ۔

بالفاظ دیگر امت مسلمہ کا بہترین امت ہونا ------- اس بات سے مشروط ٹھہرتا ہے کہ یہ اللہ پر ایمان کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی علمبردار رہے اس قانون قدرت کا پاس کر کے ہی ہم دینی اور دنیاوی زندگی کے اعلیٰ ترین مدارج طے کر سکتے ہیں ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات مخلوق کی محتاج نہیں مخلوق اگر خالق کے مقرر کردہ اصولوں سے انحراف کرتی ہے تو ان نتائج سے بھی محروم رہے گی جو اسے عظمت و رفعت سے سرفراز کر سکتے ہیں ۔ لہٰذا امت مسلمہ اگر قانون قدرت کی پاسداری نہیں کرے گی تو قیادت کا تاج یقیناً دوسری اقوام کے سروں پر چلا جائے گا ۔

۴ ۔ جمہوری روایات کو پاکستان میں ہم نے کبھی بھی ٹھیک طریقہ سے پنپنے کا موقع نہیں دیا اس لیے ہم ہمیشہ انتشار کا شکار رہے ہیں جہاں تک جمہوری رویوں کا تعلق ہے ان کی اہمیت مسلمہ بھی ہے اور ہمارے اکابرین ان کا پرچار بھی کرتے رہے ہیں ۔ خاص طور پر حضرت علامہ اقبالؒ

Marfat.com

اور حضرت قائداعظمؒ کے خیالات کا لب لباب یہ ہے کہ برصغیر میں مسلمانوں کے لیے ایک ایسا خطہ ہونا چاہیے جس میں ایسا معاشرہ قائم کیا جاسکے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعین کردہ معاشی سیاسی مذہبی اور تعلیمی اصولوں کا آئینہ دار ہو جس میں حقیقی اسلامی روح کے مطابق نظام عدل نافذ ہو اس حوالہ سے جب ہم اپنے اردگرد کا جائزہ لیتے ہیں ۔ تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جن مقاصد کے لیے پاکستان معرض وجود میں آیا ان کے حصول پر قوم نے نہ تو مطلوبہ توجہ دی اور نہ ہی ایسی قربانیاں دیں جن کی ضرورت تھی ۔ حصول پاکستان کے لیے دی گئی جانی اور مالی قربانیوں کو نہ صرف فراموش کیا گیا بلکہ بعد میں ان جذبوں کی ضرورت کو بھی نظرانداز کر دیا گیا جو اس تمام تحریک کی روح تھے ۔

۵ ۔ فرائض اور حقوق در حقیقت ایک مربوط عمل کا حصہ ہیں ۔ خصوصاً" حقوق کا جائزہ کسی مختلف تناظر میں لیا ہی نہیں جاسکتا ۔ حق طلبی تو فرض کی ادائیگی کا لاحقہ ہے لیکن ہمارے ہاں انفرادی ہی نہیں بلکہ اجتماعی روش بھی اس اصول کے خلاف ہے ہم نے فرائض کو حقوق پر اکثر قربان کیا ہے اور عموماً" حقوق کا مطالبہ کرتے ہوئے فرائض کے تقاضوں کو نظرانداز کیا ہے ۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ فرائض اور حقوق کا غیر مربوط عمل معاشرہ میں سریع انتشار کا باعث بنتا ہے اس کی منطقی وجہ یہ ہے کہ یہ صورت حال عدل وانصاف کے تقاضوں کے خلاف ہوتی ہے ۔ نبی کریم نے زور دیا کہ عدل وانصاف کی بنیاد پر معاشرہ کا قیام ایک اسلامی مملکت کا محوری مقصد ہونا چاہیے انصاف یا حقوق و فرائض کا توازن اگر سوسائٹی سے تحلیل ہو جائے تو اقوام بھی صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہیں اس منظر کی بدیہی توضیح یہ ہے کہ حقوق اور ذمہ داریوں کی متواتر خلاف ورزی سے مایوسی کا ایک گہرا احساس ابھرتا ہے جس سے منفی سوچ ' قنوطیت اور افراتفری جنم لیتی ہے منفی قوتیں اپنا کردار ادا کرنے لگتی ہیں اور بالآخر ریاست کا ڈھانچہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے ۔ لہٰذا پاکستان سے محبت کے حوالہ سے فرائض اور حقوق کا مناسب ادراک ان کے باہمی توازن سے ہی ممکن ہے ان دونوں کا غیر مربوط تصور نہ صرف غیر منطقی بلکہ انتہائی نقصان دہ بھی ہوگا ۔

Marfat.com

تحفظ ناموس رسالت کی

شخصیات و واقعات

رائے محمد کمال

میں نے بچپن کے دائرے سے نکلتے ہی یہ خواب دیکھا تھا کہ پاکستان کی فضائیں نعت رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے معمور ہوں ۔ نوک قلم سے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدح سرائی بھی بڑے مقدر کی بات ہے مگر ان عاشقان مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بات ہی کیا ؟ جنہوں نے اس مقدس فریضہ کی تکمیل خون جگر سے کی

اس لحاظ سے ملت اسلامیہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے کہ انہوں نے اپنے آقا و مولا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ ناز میں ہمیشہ ہر طرح سے نعتیہ نذرانے پیش کئے ہیں ۔ برصغیر پاک و ہند کی سرزمین پر یہ عمل جس خلوص نیت ' ذوق و شوق اور والہانہ شیفتگی کے ساتھ نبھایا گیا اس کی کہیں مثال نہیں ملتی ۔ ہندوستانی مسلمانوں نے ایسی عظیم الشان اور ایمان پرور روایات قائم کیں کہ یہاں بسنے والے کلمہ گو دربار رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں سند غلامی کے حقدار ٹھہر گئے

راقم الحروف کے مقدر میں یہ شرف لکھا ہے کہ تاجدار مدینہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ان نعت گوؤں کا تذکرہ قلمبند کروں جن کے عشق رسول پر آج بھی مقتل کی دیواریں گواہ ہیں اور جنہوں نے اپنے خون کے قطروں سے ثنائے رسول میں ایک ایک روح افزاء بند لکھا۔ ایسے ہی مدحت گران پیغمبر میں غازی عبدالرشید شہیدؒ۔ غازی عبدالقیوم شہیدؒ۔ غازی علم الدین شہیدؒ ۔ غازی محمد صدیق شہیدؒ۔ غازی مرید حسین شہیدؒ۔ غازی میاں محمد شہیدؒ۔ غازی محمد عبداللہ شہیدؒ اور غازی امیر احمد شہید وغیرہم کے نام نامی اسم گرامی تابندہ و پائندہ ہیں۔ علاوہ ازیں چند ایک گمنامی کے پردہ میں رہے۔ ملت اسلامیہ کے اہل قلم نے ان سے عدم توجہی روا رکھی۔ قومی سطح پر اعتراف حقیقت تو بڑی بات تھی ' انفرادی طور پر بھی کسی قابل ذکر جوش و خروش کا مظاہرہ نہ ہوا۔ مذکورہ بالا شہیدان ناموس رسالت کے حالات واقعات اور غیرت ایمانی سے متعلق مختلف جرائد و رسائل میں جامع مضامین لکھ چکا ہوں۔ زیر نظر سطور میں شمع رسالت کے ان پروانوں کا ذکر ہوگا جو عام طور پر فراموش کئے جا چکے ہیں اور نئی نسل ان کے نام و کام سے مطلقاً" بے خبر ہے۔ اس تاریخی سلسلے کی چند کڑیاں مندرجہ ذیل ہیں

غازی محمد منیر شہیدؒ موضع موگہ ضلع فیروز پور (بھارتی پنجاب) کے ویٹرنری ہسپتال میں بلحاظ پیشہ چپڑاسی تھے جذبہ عشق رسول سے سرشار ایک موقع پر تحفظ ناموس نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے آگے بڑھے اور جان پر کھیل گئے۔ شاتم رسول کو واصل فی النار کرنے کے بعد عدالتی فیصلے کی رو سے انہیں سزائے موت کا مستحق گردان گیا۔ وہ جام شہادت کے متمنی تھے اور سردار لٹک کر لافانی نسخہ حیات بتلا گئے دنیائے صحافت میں شہید موصوف کا تعارف غالباً" کیپٹن ممتاز ملک صاحب کے ایک مضمون بعنوان" نوجوانان اسلام کی حرمت و شان" سے ہوا انہوں نے جنوری ۱۹۷۳ء کو نوائے وقت کے پرچوں سے شہیدان رسالت کا مختصر" ا تذکرہ قلمبند کیا تھا۔ تاہم ان کے نقش قدم کا کھوج مجھے غازی میاں محمد شہید کے برادر حقیقی ملک نور محمد صاحب کی کمال مہربانی سے ملا

غازی عبدالعزیز غازی خدا بخش اکوجا راجپال دور پر سب سے پہلے ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ کی صبح غازی خدا بخش اکوجا نے قاتلانہ حملہ کیا۔ یہ سرفروش اندرون لکی گیٹ لاہور کا رہنے والا تھا۔

Marfat.com

باپ کا نام محمد اکبر اور اس کا تعلق ایک معروف کشمیری خاندان سے تھا اس کو سات سال قی
سخت جس میں تین ماہ کی قید تنہائی بھی شامل تھی ' سزا کا حکم سنایا گیا

(۲) راجپال نامی گستاخ رسول بچ رہاتھا اس لیے ۹ اکتوبر ۱۹۲۷ کی شام کو غازی عبدالعز
ایک غیور پٹھان نے اپنی قسمت آزمائی ۔ مذکور نوجوان رمنہ ' علاقہ غزنی افغانستان کا رہنے وا
تھا اور بغرض تجارت ہندوستان چلا آیا تھا ۔ لاہور میں آریہ سماجی کتب فروش پر جھپٹا مگر اپ
مقصد میں ناکام رہا ۔ اقدام قتل کے سبب انہیں سات سال قید سخت کی سزادی گئی ۔ ازاں بع
اس فتنے کا سد باب غازی علم الدین شہید علیہ الرحمتہ کے ہاتھوں ہوا

(۳) غازی محمد حنیف شہیدؒ نے اپنی بے مثال وفاؤں کا باب مسلم ریاستی دارالحکومت " بھوپال "
میں رقم کیا کہا جاتا ہے وسط ھند کے اس تہذیبی شہر میں ایک گرلز ہائی اسکول کی انگریز ہیڈ
مسٹریس نے سوچی سمجھی اسکیم کے تحت مدرسہ کی صفائی کے بہانے قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق
ایک خاک روب کے ہاتھوں کوڑا میں ڈلوائے اور جب اس پر احتجاج کیا گیا تو اس بد زبان و بد
نصیب عورت نے قرآن پاک دین متین اور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے بارے
میں نازیبا اور اشتعال انگیز الفاظ کہے ۔ بھوپال کے ایک غیرت مند نوجوان محمد حنیف نے جو پیشے
کے اعتبار سے قصاب تھے اس انگریز عورت کو راستے میں روک لیا اور اس سے کہا کہ وہ اپنی
اس ناپاک جسارت اور شیطانی حرکت پر شہر کے مسلمانوں سے معافی مانگے اور اعلان توبہ کرے ۔
حکومت کے نشہ میں چور اس بنت ابلیس نے یہ مطالبہ ٹھکرا دیا اور مجاہد ملت کے ہاتھوں انجام
کو پہنچی غازی محمد حنیف اس غلط کار عورت کو کیفر کردار تک پہنچا کر تھانے میں حاضر ہو گئے ۔
اقبال فعل کیا اور تمام عدالتوں میں اعتراف حقیقت بیان فرمائی ۔ کچھ عرصہ جیل میں گزرا مقدمہ
کی سماعت ہوئی اور محمد حنیف غازی کو پھانسی کی سزا سنا دی گئی اور وہ الصلوۃ والسلام علیک یا
سیدی یا رسول اللہ کا ورد فرماتے ہوئے تختہ دار پر جھول گئے غازی موصوف سے متعلق چند
تعارفی جملے سماہی " صدف " (پاکستان نمبر) جنوری تا مارچ ۱۹۸۴ء ص ۳۹ میں شائع ہوئے
مضمون نگار محترمہ فرزانہ اسد صاحبہ تھیں ۔ اسکی فراہمی پر ہم محسن دوست عبدالغفار شیخ صاحب
(سینئر کیمیکل آفیسر) کوٹری سندھ کے تہ دل سے شکر گزار ہیں

Marfat.com

(۴) ضلع گجرات کے معروف قصبہ منڈی بہاؤ الدین سے نزدیکی گاؤں " آہلہ " میں بھی ایک سکھ گستاخ رسول کو جہنم رسید کیا گیا تھا ۔ قاتل کا نام غازی محمد اعظم تھا جو بفضلہ تعالیٰ بقید حیات ہیں ۔ بناء بریں سرگودھا روڈ پر واقع پنڈی بھٹیاں کے علاقہ میں ذخیرہ بیرانوالہ سے ملحقہ بستی چک کوکارہ میں بھی اس طرز کا ایک تاریخی واقعہ پیش آیا ۔ قاتل و مقتول ہم جماعت تھے ۔ ہندو طالب علم نے شان رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ارتکاب گستاخی کیا اور مسلمان مجاہد نے نہایت سوچ سمجھ کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ کم عمری کی بناء پر عدالتی سزا سے بچ نکلے اور ابھی زندہ ہیں

(۵) پکا قلعہ حیدر آباد (سندھ) میں قیام پاکستان سے فقط ایک برس قبل (۱۹۴۶ء) ہندو جن سنگھیوں کا ایک بڑا اجتماع ہوا تھا ۔ اس میں آٹھ دس ہزار ہندو شریک تھے ۔ مذکورہ جلسے میں ملت اسلامیہ کو نہ صرف غلیظ گالیاں دی گئیں بلکہ ان کے ایک گرو نینوں مہاراج نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان مبارک میں بھی گستاخانہ باتیں کیں ۔ اس بات نے تین نمبر تالاب کے مسلمان نوجوان کو بے تاب کر دیا ۔ جب یہ پچیس نوجوان حرمت نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کا جذبہ لئے قلعہ پر حملہ آور ہوئے اور نعرہ تکبیر بلند کیا تو جلسے میں بھگدڑ مچ گئی ۔ عاشقان مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بے تحاشا ڈنڈے اور لاٹھیاں برسانا شروع کر دیں اسی اثناء میں نینوں مہاراج ' ایک جوشیلے نوجوان عبدالخالق قریشی ولد محمد ابراہیم قریشی کے سامنے آگیا ۔ نوجوان نے اس بے غیرت ملیچھ کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا ۔ وار کاری ثابت ہوا اور شاتم رسول اپنے ہی پیروکاروں کے درمیان تڑپ تڑپ کر جہنم رسید ہو گیا ۔ جن سنگھی بدحواس ہو کر اپنی لاٹھیاں 'جوتیاں ' تلواریں اور دوسرے ہتھیار چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ اس واقعے میں حصہ لینے والے چند معلومہ خوش قسمت اشخاص مندرجہ ذیل ہیں حاجی محمد بخش عرف موشیدی۔ اللہ ورایو شیدی ۔ محمد علی شیدی ۔ علی مراد شیدی ۔ لکھانو والو۔ صدیق گودز ۔ نبی بخش عرف نبو ۔ مہر محمد عرف مہل ۔ اللہ ڈنو شیدی ۔ رحیم بخش ابراہیم حجام ۔ عبدالخالق قریشی ۔ لالہ مجیدی ہسرڈوی

(۶) گستاخ آریہ سماجی " لیکھرام " کو بھی کسی نامعلوم مسلمان نے سزگیاش کیا ۔ دلچسپ بات یہ

Marfat.com

ہے کہ مرزا قادیانی نے بھی اس ملعون کی ہلاکت کی پیشگوئی بعض مصلحتوں کے پیش نظر داغی تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ پولیس کی تفتیش میں مرزا قادیانی پر تحریک قتل اور اعانت کا شبہ ہوا اور اس کی خانہ تلاشی بھی لی گئی ۔ مگر کوئی ثبوت بہم نہ پہنچ سکا ۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اس مردود کا قاتل بھی کوئی مسلمان ہی ہو سکتا ہے ۔ مرزائیوں کا تحفظ ناموس رسالت سے کیا واسطہ ؟ ۔ وہ تو خود تحریک شاتم رسول کی ایک کڑی ہیں ۔ الغرض مرزا قادیانی کی پیشگوئی اس سوچ کا تجرباتی مظہر نظر آتی ہے کہ غیرتمند مسلمان اس ناپاک وجود کو برداشت نہیں کرسکیں گے لہذا کیوں نہ الہامی دعوے آزمائیں

(۷) ۴ اپریل ۱۹۳۵ء کو ہندوستان کے مسلم اخبارات میں یہ خبر چھپی کہ یکم اپریل کو بمبئی میں ایک باغیرت مسلمان ---- نے ایک ہندو ---- کو ہلاک کر دیا اور پولیس کے سامنے بیان دیا کہ مقتول نے ایک مقامی ورنیکلر اخبار میں حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عکسی تصویر شائع کرکے اس کے جذبات مجروح کئے تھے

(۸) ۲۸ ۔ اپریل ۱۹۳۵ء کے اور ایک اور خبر نمایاں تھی کہ ملتان شہر میں ۱۴ اپریل کو سات بجے شام مسمی " ویربھان " آریہ سماجی نے حضور ختمی مرتبت آقائے دو جہاں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے ۔ آج بعد دوپہر آریہ سماجی مذکور کو ساڑھے تین بجے گلی گردھاری لال اندرون پاک دروازہ میں کسی نامعلوم شخص نے پیٹ میں چھرا اتار کر ہلاک کر دیا ۔ شبہ قتل میں محمد بخش چوب تراش ۔ حاجی فیض بخش ۔ حاجی عبداللہ اور الٰہی بخش کر گرفتار کر لیا گیا ۔ ازاں بعد عدم ثبوت کی بناء پر عدالت سے رہا ہوئے

(۹) جہلم شہر میں دریا کے کنارے واقع شمالی محلّہ کے ایک مسلمان غازی غلام محمد شہید کی سرگزشت بھی قابل ذکر ہے ۔ ان کے مقدر جاگنے کی تفصیل کچھ یوں ہے " شہنشاہ دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت باسعادت کا مبارک دن تھا ۔ ہر طرف خوشیوں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے ۔ کائنات کی نعمت کبریٰ کے ورود مسعود پر کون شکر ادا نہ کرتا اس روز بھی اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم پر پوری ملت اسلامیہ سربسجود تھی ۔ اظہار مسرت کے طور پر عید میلاد کا ایک جلوس تشکیل دیا گیا ۔ فرزندان توحید کا یہ قافلہ مذکورہ بالا شہر کے کسی چوراہے سے گزر رہا

Marfat.com

تھا ۔ قریب ہی سکھوں کی آبادی تھی ۔ سکھ مت کا ایک آوارہ پیرو کار آوازے کسنے لگا یہ مجاہد اس کے نزدیک کھڑا نہ صرف تمام اوچھی حرکات دیکھ رہا تھا بلکہ زہر میں بجھے ہوئے اس کے بیباکانہ جملے بھی سنائی دے رہے تھے ۔ اسی اثنا میں جلوس کے پیچھے گدھے پر سوار کوئی لڑکا دکھائی دیا اب کے وہ انتہائی گمراہ کن و لرزہ خیز الفاظ بک رہا تھا ۔ اس نے زور سے چلا کر کہا " وہ دیکھو مسلمانوں کا نبی براق پر چڑھ کر آگیا ہے " ۔ ان سے رہا نہ گیا' بعجلت اس کے سامنے جاکھڑے ہوئے اور کہا کہ بے غیرت کتے اپنی زبان کو قابو میں رکھو ورنہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے رکھ دونگا" مگر وہ اپنی ذلیل حرکتوں کے باز نہ آیا ۔ غازی غلام محمد نے غصہ کی حالت میں اپنا چاقو اس کے سینے میں جھونک دیا اور پے در پے وار کئے ۔ بجرم قتل آپکی گرفتاری عمل میں آئی ۔ عدالت میں مقدمہ چلا اور سزائے موت کے مستحق ٹھہرایا گیا ۔۔ آپ جنازہ گاہ جہلم کے قریب مشہور قبرستان میں مدفون ہیں

(۱۰) پچھلے دنوں ماہنامہ ضیائے حرم لاہور میں راقم الحروف کا ایک مضمون " غازی منظور حسین شہید شائع ہوا ۔ تمام نفس مضمون مولانا قاضی مظہرالدین صاحب (چکوال) کے انٹرویو پر مبنی تھا اس کی اشاعت پر حاجی ملک محمد حسین صاحب ' سہگل آباد ' چکوال کا ایک تفصیلی خط ملا ۔

انہوں نے نہایت ذمہ داری اور سیاق سباق سے حقیقت حال قلمبند کی ۔ لکھا تھا کہ ۔ مولانا کرم الدین آف بھیں کے صاحبزادہ اور قاضی مولانامظہر الدین صاحب کے برادر اکبر مولانا منظور حسین مرحوم کا شہیدان رسالت سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ ہے ۔ اور نہ ہی وہ تحفظ ناموس نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نچھاور ہوئے ۔ قبضہ زمین کے سلسلہ میں لڑائی ہوئی اور ان کے ہاتھوں ایک مسلمان کا قتل سرزد ہوگیا ۔ ازاں بعد ایس ڈی او کی عدالت میں تفتیشی پیشیوں کے دوران ایس ڈی او نے ان کو برا بھلا کہا ۔ اس بے عزتی کو وہ برداشت نہ کر سکے اور انتقاما" ہندو مذکورکو موت کے گھاٹ اتار دیااس نے اپنی زبان سے گستاخی رسول کو کوئی لفظ نہ کہا تھا اور مولانا صاحب بھی اس جذبے کے تحت قتل میں ملوث نہ ہوئے ۔ بندہ ناچیز نے بغرض تحقیق و تفتیش محترم جناب ملک صاحب کے خط کی ایک فوٹو کاپی مولانا قاضی مظہر الدین کی خدمت میں ارسال کی اس لیے کہ واقعات و حالات کے وہی راوی تھے ۔ جوابا" پہلے تو ان کے ایک خلیفہ صاحب

Marfat.com

نے ملک صاحب پر غصہ جھاڑا تاہم موضوع سے متعلق وضاحت نہ فرمائی گئی ۔ پھر حضرت مولانا صاحب نے بقلم ' خود احقر کو مکتوب گرامی تحریر فرمایا ' لکھتے ہیں " آپ نے جو لکھا ہے کہ ' راقم الحروف کو پہلی دفعہ ملک عبدالکریم صاحب (پنڈی بھٹیاں) نے بتایا کہ ایس ڈی اور مذکور گستاخی رسول کا مرتکب ہوا تھا اور غازی کے برادر حقیقی قاضی مظہر حسین صاحب نے استفسار پر اس کی تصدیق فرمائی یہ صحیح نہیں ہے بلکہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ۔ میں نے یوں نہیں کہا ۔ ایس ڈی اور کھیم چند سے برادرم منظور حسین صاحب شہید کی مخالفت پہلے سے تھی " ------ بناء بریں انہوں نے ذاتی پرخاش اور خاندانی جائداد کے قبضہ کا بھی اعتراف فرمایا ---- ہے ۔ چونکہ مولانا صاحب تردید فرما رہے ہیں لہٰذا اسے میری غیر ذمہ داری کہیے کہ خواہ مخواہ ایک شخص کو شہیدان ناموس رسالت کی صف میں لا کھڑا کیا اور ریکارڈ میں سخت غلطی واقع ہوگئی اب میں اس معاملہ کو اپنی خطا گردانتا ہوں وجہ بھی مشہور ہے کہ " خطائے بزرگان گرفتن خطاء است " واضح رہے کہ قاضی مولانا منظور حسین صاحب غازی علم الدین شہید و غازی مرید حسین شہید کے قافلے میں شامل نہیں ہیں

مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

Marfat.com

تحریر= محمد صالح فرفور
ترجمہ = محمد عبدالحکیم شرف قادری

کوفہ کے قاضی شریک بن عبداللہ کی عدالت لگی ہوئی ہے ' ایک عورت حاضر ہو کر بلند آواز سے کہتی ہے کہ میں پہلے اللہ تعالیٰ کی پھر قاضی کی پناہ لیتی ہوں قاضی نے پوچھا تم پر کس نے ظلم کیا ؟ کہنے لگی امیر المومنین کے چچا موسیٰ بن عیسیٰ نے ' دریائے فرات کے کنارے میرا کھجوروں کا ایک باغ تھا جو مجھے والد کے ورثے میں ملا تھا ' میں نے اپنا حصہ اپنے بھائیوں سے الگ کر کے درمیان میں دیوار تعمیر کر دی ' اور کھجوروں کی دیکھ بھال کے لیے ایک ایرانی شخص کو مقرر کر دیا ' امیر موسیٰ بن عیسیٰ نے میرے بھائیوں کے تمام حصص خرید لئے ' مجھ سے بھی بات چیت کی اور بھاری معاوضے کا لالچ دیا لیکن میں نے اپنا حصہ بیچنے سے انکار کر دیا ' گزشتہ رات اس نے پانچ سو غلام بھیج کر دیوار مسمار کر دی ' اب میری اور میرے بھائیوں کی کھجوروں میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہا ۔

قاضی نے غلام سے مٹی طلب کی اور اس پر اپنی مہر لگا کر اسے حکم دیا کہ امیر کے گھر لے جاؤ اور اسے اپنے ساتھ لا کر حاضر کرو ' دربان عدلیہ کی مہر والا حکم نامہ لے کر موسیٰ کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ قاضی نے آپ کے خلاف سمن جاری کر دیا ہے اور یہ رہی ان کی مہر

موسیٰ نے پولیس کے سربراہ کو بلا کر کہا شریک کے پاس جاؤ اور اسے کہو یہ کتنی عجیب

Marfat.com

بات ہے ؟ میں نے اس سے زیادہ عجیب کوئی معاملہ نہیں دیکھا ' ایک عورت نے بے بنیاد دعویٰ کیا اور تم میرے خلاف اس کی امداد کر رہے ہو ۔

سربراہ پولیس امت مسلمہ میں قاضی کے مقام اور اس کی ہیبت جانتا تھا اس لیے وہ خوفزدہ ہو گیا ' اور کہنے لگا مجھے تو آپ معاف ہی رکھیں ' امیر نے اسے ڈانٹ کر کہا جاؤ ' وہ بے چارہ با دل ناخواستہ روانہ ہو گیا اور اپنے غلاموں کو کہہ گیا کہ قاضی کے جیل میں میرا بستر اور ضرورت کی چیزیں پہنچا دو ' پھر قاضی شریک کے پاس چلا گیا ' جب قاضی کے سامنے حاضر ہوا تو اسے موسیٰ کا پیغام دے دیا قاضی نے اپنے کارندے کے حکم دیا کہ اسے گرفتار کر کے جیل بھیج دو ' پولیس کے سربراہ نے کہا بخدا ! مجھے معلوم تھا کہ آپ مجھے قید کر دیں گے ' اس لیے میں نے ضرورت کی چیزیں جیل بھجوا دی ہیں ' آپ مجھے جہاں چاہیں بھیج دیں میں اس کے لیے تیار ہوں

موسیٰ بن عیسیٰ کو اطلاع ملی تو اس نے اپنے دربان کو قاضی کے پاس بھیجا اور کہا ہمارے نمائندے نے صرف پیغام پہنچایا تھا ' اس کا کیا گناہ ہے ؟ شریک نے کہا اسے بھی اس کے ساتھی کے پاس بھیج دو ' چنانچہ اسے بھی قید کر دیا گیا ۔

امیر نے نماز عصر پڑھنے کے بعد قاضی شریک کے دوستوں اور کوفہ کے سرکردہ لوگوں اسحاق بن صباح اشعثی وغیرہ کو طلب کیا اور انہیں کہا کہ شریک کو ہمارا سلام دینا اور اسے کہنا کہ اس نے ہماری بے عزتی کی ہے اور ہم کوئی عام آدمی نہیں ہیں (بلکہ ہم امیر المؤمنین کے چچا ہیں) وہ لوگ پہنچے تو قاضی شریک عصر کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے تھے ' جب انہوں نے پیغام دیا تو قاضی صاحب کہنے لگے اچھا تو تم وفد کی صورت میں آکر اس بارے میں مجھ سے گفتگو کر رہے ہو ؟ اور آواز دی کہ اس وقت قبیلے کے جوانوں میں سے کون کون حاضر ہے ؟ چند جوان حاضر ہو گئے ' قاضی نے انہیں حکم دیا ان میں سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑو اور سیدھے جیل لے جاؤ ' پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا : تم فتنہ ہو ' تمہاری سزا یہ ہے کہ تمہیں قید کر دیا جائے ' انہوں نے پوچھا جناب ! کیا آپ سنجیدہ ہیں ؟ قاضی نے کہا ہاں ! تا کہ تم دوبارہ ایک ظالم اور سرکش کا پیغام نہ پہنچاؤ اور دوسرے لوگوں کو غلط کام کی جرات نہ ہو ' چنانچہ انہیں بھی قید کر دیا گیا

Marfat.com

رات ہوئی تو موسیٰ بن عیسیٰ خود پہنچ گئے اور جیل کا دروازہ کھول کر سب کو رہا کر دیا ' دوسرے دن جب قاضی شریک مسند قضا پر جلوہ گر ہوئے تو جیلر نے آکر رات کا تمام واقعہ ان کے گوش گزار کر دیا ' قاضی نے اپنا حکم نامہ منگوا کر سیل کیا اور اپنے گھر بھیج دیا اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ ہمارا ساز و سامان بغداد لے چلو 'ہم کوفہ میں نہیں رہیں گے ' بخدا ! ہم نے ان سے منصب قضا کی درخواست نہیں کی تھی ' بلکہ انہوں نے ہمیں اس منصب کے قبول کرنے پر مجبور کیا تھا اور عہدہ قضا قبول کرنے پر ہمیں تحفظ کی یقین دہانی کرائی تھی ۔ چنانچہ قاضی صاحب ' بغداد جانے کے لیے کوفے کے پل کی طرف روانہ ہو گئے جب موسیٰ بن عیسیٰ کو پتہ چلا تو کہنے لگا 'ابو عبداللہ ! خدا کے لیے رک جائیے ' آپ سوچیں تو سہی کہ آپ نے میرے بھائیوں کو قید میں ڈال دیا تھا ' قاضی نے کہا اس لیے کہ انہوں نے ایسے مسئلے میں دخل دیا تھا جس میں انہیں دخل دینے کا حق نہیں تھا ' میں اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گا جب تک ان سب کو جیل نہیں بھیج دیا جاتا ' ورنہ میں امیرالمومنین مہدی کے پاس جا کر منصب قضا سے استعفا پیش کر دوں گا ۔

موسیٰ نے بادل ناخواستہ حکم دیا کہ ان سب لوگوں کو واپس جیل بھیج دیا جائے اور خود اس وقت تک وہیں کھڑا رہا جب تک کہ جیلر نے واپس آکر سب کے جیل چلے جانے کی رپورٹ نہیں دیدی ' امیر نے اپنے ایک حواری کو حکم دیا کہ قاضی کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر آگے آگے چلو اور انہیں عدالت میں لے جاؤ ' سب لوگ چل پڑے یہاں تک کہ قاضی صاحب مسجد میں پہنچ کر مسند قضا پر جلوہ افروز ہوئے ' ستم رسیدہ عورت کو حاضر کیا گیا ' قاضی نے کہا یہ تمہارا فریق مخالف حاضر ہے ' موسیٰ ' عورت کے ساتھ قاضی کے سامنے کھڑا تھا ' اس نے کہا سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ میں حاضر ہو گیا ہوں لہٰذا قیدیوں کو رہا کر دیا جائے ' قاضی شریک نے کہا ہاں اب انہیں رہا کرنے میں مضایقہ نہیں ہے

قاضی نے کہا آپ اس عورت کے دعوے کے بارے میں کیا کہتے ہیں ؟ موسیٰ نے کہا وہ سچ کہتی ہے ' قاضی نے کہا تو کیا تم نے جو کچھ اس سے لیا ہے وہ واپس کرو گے ؟ اور فوراً" اس کی دیوار حسب سابق تعمیر کردو گے ؟ موسیٰ نے اقرار میں سر ہلایا تو قاضی نے عورت سے پوچھا

Marfat.com

تیرا اس پر کوئی اور دعویٰ باقی ؟ اس نے کہا نہیں ! اللہ تعالیٰ تمہیں برکت اور جزائے خیر عطا فرمائے ' قاضی نے کہا تب پھر جاؤ ' وہ عورت قاضی اور اس کی قضا کو دعائیں دیتی ہوئی اٹھ کر چلی گئی۔

قاضی شریک اس معاملہ سے فارغ ہوئے تو موسیٰ بن عیسیٰ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ بٹھایا اور کہنے لگے

السلام علیکم ! جناب امیر میرے لائق کوئی حکم ؟

موسیٰ ہنستے ہوئے کہنے لگے : میں آپ کو کیا حکم دوں ؟

قاضی شریک نے کہا جناب امیر ! وہ شرعی فیصلے کی بالادستی کا معاملہ تھا ' اور یہ گفتگو ادب کا تقاضا ہے ' امیر اٹھے اور اپنے گھر چلے گئے۔

عدلیہ کا یہ رویہ تھا ' اور ججوں کی نظر میں ہر چھوٹا بڑا ' امیر اور فقیر برابر تھا

اسی لیے اسلام ایک ایسی قوت بن کر ابھرا جو ممالک کے فتح کرنے سے پہلے اپنے عدل و انصاف کی بدولت دلوں کو فتح کرتی تھی ' اور دلوں کی بستیاں اسے خوش آمدید کہنے کے لیے بے تابی سے انتظار کرتی تھیں۔

اسلام نے بتا دیا کہ کسی شخص کو کسی بھی دوسرے شخص پر اگر فضیلت حاصل ہے تو صرف طاعت الٰہی اور تقویٰ کی بنا پر ہے اور حق کے سامنے انسانوں کے خود ساختہ تمام طبقاتی امتیازات کا خاتمہ کر دیا

شریک بن عبداللہ بن ابی شریک کی کنیت ابو عبداللہ ہے ' خطہ خراسان کے شہر بخارا میں پیدا ہوئے ' ان کے دادا قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوئے تھے ' ابو جعفر منصور نے شریک کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا وہ اس عہدے پر فائز رہے یہاں تک کہ مہدی نے انہیں معزول کر دیا ' ۱۷۷ھ ماہ ذوالقعدہ کے آغاز میں بروز ہفتہ ' کوفہ میں راہی دار آخرت ہوئے ' حضرت شریک ثقہ ' قابل اعتماد اور کثیر احادیث کے راوی تھے ۱۲فرفور

Marfat.com

اغوا برائے تاوان کا قانون

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی
پی۔ایچ ڈی (فقہ)
ڈپٹی کمشنر۔ چکوال

تعزیرات پاکستان سن ۱۸۶۰ء کی دفعہ نمبر ۳۵۹ میں اغوا کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کی گئیں :
۱۔ پاکستان سے باہر کسی کو اغوا کر کے لے جانا۔ ۲۔ کسی ولی کی نگرانی سے کسی کو اغوا کرنا۔
دفعہ نمبر ۳۶۱ میں وہ حالات درج ہیں جن میں ولی کی نگرانی سے کسی کا اغوا ہوتا ہے۔
دفعہ نمبر ۳۶۲ میں اغوا کی ایک اور قسم درج ہیں۔ جیسے کسی کو زبردستی یا دھوکہ دہی سے کسی جگہ لے جانا۔
دفعہ نمبر ۳۶۳ میں اغوا کی سزا سات سال مقرر ہے
دفعہ نمبر ۳۶۴ میں درج ہے کہ اگر کسی کو قتل کی نیت سے اغوا کر لیا جائے تو اس کی سزا دس سال مقرر ہے اور جرمانہ بھی ہو سکتا ہے۔
دفعہ نمبر ۳۶۵ میں اگر کسی کو اس نیت سے اغوا کر لیا جائے کہ وہ اس کو کہیں چھپا لے گا یا حبس بے جا

Marfat.com

میں رکھے گا تو اس کی سزا سات سال تک ہو سکتی ہے۔ لیکن اب نئے ترمیم شدہ آرڈیننس مجریہ ۱۹۹۰ء کے تحت اغوا، یا اغوا برائے حصول اراضی، قیمتی املاک کی سزا موت یا عمر قید قرار دی گئی ہے۔ اب ایسے ملزمان کو سرعام پھانسی دی جا سکتی ہے۔

دیگر ممالک میں اغوا برائے "تاوان کا قانون

سرعام پھانسی کا تصور نہ صرف اسلام میں ہے بلکہ بعض ممالک کے قانون میں بھی موجود ہے۔

دی نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۶ مطبوعہ ۱۹۰۰ء کے صفحات ۵۱ - ۵۲ پر درج ہے کہ

" اغوا کی کئی اقسام ہیں، مثلاً کسی کو زبردستی اغوا کر لینا۔ دھوکہ دہی سے اغوا کر لینا، یا کسی غیر قانونی طریقہ سے اغوا کر لینا۔ اس کی موجودہ قسم ہے۔ یعنی تاوان برائے اغوا۔ کئی ممالک میں اس کی سزا موت ہے۔ موجودہ دور میں اغوا کی کئی اقسام ہیں مثلاً سیاسی مقاصد کے لئے طیارے اور اس میں موجود مسافروں کا اغوا۔ اغوا برائے تاوان کا جرم ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۲ء کے دوران امریکہ میں تیزی سے پھیلا۔ ۱۹۳۵ء میں کرنل چارلس لنڈبرگ کے بیٹے کو اغوا کیا گیا۔ اس کے بعد یہ قانون لاگو ہوا کہ ان معاملات میں موت کی سزا سنائی جائے۔ بعض ممالک میں یہ قانون ہے کہ کسی کو حبس بے جا میں رکھنا بھی اغوا کے مترادف ہے۔"

سعودی عرب میں بھی سرعام پھانسی کا تصور موجود ہے تاکہ دوسرے افراد کے لئے باعث عبرت ہو۔ برطانیہ میں اغوا کا قانون مجریہ ۱۹۵۶ء لاگو ہے۔ اس کے تحت کسی عورت کو اس نیت سے اغوا کر لینا کہ اس کی جائیداد پر قبضہ ہو سکے تو اس کی سزا چودہ سال مقرر ہے۔

" دی نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا " جلد ۱۶ کے صفحات ۸۱۴ - ۸۱۰ ملاحظہ ہوں

" برطانیہ میں اٹھارھویں صدی میں دو سو جرائم ایسے تھے جن کی سزا پھانسی تھی۔ ۱۸۶۱ء میں صرف قتل اور غداری وغیرہ کے جرائم میں سزائے موت سنائی جاتی تھی۔ ۱۹۲۰ء کے وسط میں لندن جیسے بڑے بڑے شہروں میں سرعام پھانسی کی سزا شروع ہوئی۔ جبکہ ۱۸۶۱ء میں جیلوں میں پھانسی کا نظام رائج تھا۔ یورپ میں اب قریباً قریباً سزائے موت ختم ہو گئی ہے۔ ۱۹۶۵ء کے بعد پھانسی کی سزا ختم کر دی گئی۔ آئرلینڈ میں بھی سزائے موت ۱۹۰۳ء کے بعد ختم کر دی گئی۔

Marfat.com

جبکہ امریکہ میں پھانسی کی سزا دی جاتی رہی ہے۔ ۱۸۸۶ء میں ۱۲۰۰ قیدیوں کو پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ روس میں بھی پھانسی کی سزا لاگو ہے۔ حکومت کی جائیداد خرد برد کرنے یا کسی کو قتل کرنے کی پاداشت میں سزا پھانسی ہے۔ چین میں افیون اور رشوت کے مقدمات میں بھی پھانسی دی جاتی ہے۔"

فقہ اسلامی میں موت کی سزا

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اپنی کتاب "اسلامی ریاست" کے صفحات ۵۵۴ - ۵۵۵ پہ رقمطراز ہیں

"قرآن مجید میں دنیا کے سب سے پہلے واقعہ قتل کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ انسانی تاریخ کا اولین سانحہ تھا۔ جس میں ایک انسان نے دوسرے انسان کی جان لی۔ اُس وقت یہ پہلی مرتبہ ضرورت پیش آئی کہ انسان کو انسانی جان کا احترام سکھایا جائے اور اُسے بتایا جائے کہ ہر انسان جینے کا حق رکھتا ہے۔

جس نے کسی متنفس کو بغیر اس کے کہ اس نے قتل نفس کا ارتکاب کیا ہو یا زمین میں فساد انگیزی کی ہو، قتل کر دیا۔ گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا۔ اور جس نے اُسے زندہ رکھا تو اُس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا۔" (سورۃ المائدہ، آیت ۳۲)

"احکام اسلام" مرتبہ اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، صفحہ ۳۷۰ ملاحظہ ہو۔

"حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا۔ ماعزؓ نے آپؐ کے سامنے آکر ایک بار زنا کا اقرار کیا۔ آپؐ نے انہیں لوٹا دیا۔ پھر دوسری بار آکر اقرار کیا۔ آپؐ نے اس دفعہ بھی لوٹا دیا۔ پھر تیسری مرتبہ آکر اقرار کیا۔ آپؐ نے اس دفعہ بھی لوٹا دیا۔ میں نے اُن سے کہا کہ اگر تم چوتھی بار اقرار کر لو گے تو آپؐ تمہیں رجم کر دیں گے۔ انہوں نے چوتھی بار بھی اقرار کر لیا۔ آپؐ نے انہیں روک لیا۔ اور ان کے بارے میں لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا ہم تو ان میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ چنانچہ آپؐ نے رجم کرنے کا حکم دے دیا۔"

اسلام میں سزا کی دو اقسام ہیں، تعزیر اور حد۔ حدود چھ نوعیت کی ہیں۔ مثلاً زنا کا جرم، تہمت زنا، شراب نوشی، بغاوت، چوری اور رہزنی۔ ان کی سزائیں مخصوص ہیں جبکہ تعزیر میں باقی تمام سزائیں شامل ہیں۔ ایک اسلامی ریاست کے سربراہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی جرم کی سزا موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق مقرر کر سکتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا سزا تعزیر کی ایک عمدہ مثال ہے۔

سورۃ المائدۃ (آیت ۳۳) ملاحظہ ہو :

" جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں اور اُن کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سُولی پر چڑھائے جائیں یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دئے جائیں "

ابوالاعلیٰ مودودی " تفہیم القرآن " کی جلد اوّل صفحہ ۴۶۵ پر لکھتے ہیں :

" زمین سے مراد یہاں وہ مُلک یا علاقہ ہے جس میں امن و انتظام کی ذمہ داری اسلامی حکومت نے لے لی ہو ۔ یہ مختلف سزائیں بر سبیلِ اجمال بیان کر دی گئی ہیں تاکہ قاضی یا امامِ وقت اپنے اجتہاد سے مُجرم کو اس کی نوعیت کے مطابق سزا دے ۔ اصل مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ کسی شخص کا اسلامی حکومت کے اندر رہتے ہوئے اسلامی نظام کو اُلٹنے کی کوشش کرنا بدترین جرم ہے ۔ اُسے ایک انتہائی سزا دی جاسکتی ہے "

سورۃ البقرۃ (آیت ۲۰۵) میں ارشادِ ربانی ہے :

" جب اُسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو زمین میں اُس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے ، کھیتوں کو غارت کرے اور نسلِ انسانی کو تباہ کرے حالانکہ اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا تھا) وہ فساد ہرگز پسند نہیں کرتا "

قرآن مجید کا حکم ہے کہ " الفتنۃ اکبر من القتل " یا ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ " الفتنۃ اشد من القتل " یعنی فتنہ قتل سے بھی زیادہ بھیانک جُرم ہے ۔ اگر ہم ان دو آیاتِ مبارکہ کو سامنے رکھیں تو ان میں اس حقیقت کو ظاہر کیا گیا ہے کہ " فساد فی الارض " ایک سنگین ترین جُرم ہے ۔

عبدالرحمٰن الجزیری ؒ اپنی کتاب " الفقہ علی مذاہب الاربعہ " (جلد ۵) میں اور حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کسی مُلک کا امیر یا مُلک کا سربراہ کسی مسلمان مملکت میں اپنی صوابدید کے مطابق زمین پر فساد کے واقعات یا جرائم کے سلسلے میں پھانسی یا قتل یا مُلک بدر کی سزا دے سکتا ہے ۔ نہ صرف راہزنی کے واقعات میں بلکہ ایسے مقدمات میں بھی جو انسانی قتل سے تعلق رکھتے ہوں ، کسی کا مال چُرا لینا کسی شخص کو اٹھا لینا یا اغوا ، یہ سب " فساد فی الارض " کے زمرے میں آتے ہیں ۔

گیٹلز (Gettells) کا یہ نظریہ جو انہوں نے اپنی تصنیف " ہسٹری آف پولیٹیکل تھاٹ " میں بیان کیا ہے ، درست ہے :

" کامیاب حکومت چلانے کے لئے مندرجہ ذیل اصولوں پر کار فرما ہونا ضروری ہے :

(۱) سختی (۲) دانائی اور حکمت کے اصول (۳) قانون کا صحیح نفاذ "

Marfat.com

یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ صحیح قانون کا نفاذ ہو۔ اگر اغوا کے مقدمات میں سرعام پھانسی دی جائے تو اس طرح حالات کی سنگینی کو کنٹرول میں لایا جاتا ہے اور یہ دوسروں کے لئے مقام عبرت ہے۔ اور معاشرے کی اصلاح بھی ہوتی ہے۔ فقہ اسلامی میں یہی اصول کارفرما ہے کہ افراد کو ایسی سزائیں دی جائیں جس سے انہیں عبرت حاصل ہو ورنہ معاشرہ میں جنگل کا قانون نافذ ہو جائے گا۔ اور وہ ایک وحشیانہ معاشرہ بن جائے گا۔ اس لئے اسلام میں قتل کے بدلے قتل کی سزا یعنی قصاص کا قانون رائج ہے تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں اور جرم کا ارتکاب نہ کریں۔

حضرت عمر فاروق نے سرعام اپنے بیٹے کو کوڑوں کی سزا دی تھی تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور عدل کے اصولوں پر عمل ہو۔ امام مالک کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو جائز قرار دیا کہ کسی مجرم کو اس قسم کے واقعات کے پیش نظر مارنے کے بعد دھوپ میں پھینک دیا جائے۔

سولی یا پھانسی پر لٹکانے کا عمل حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک جائز ہے۔ امام محمدؒ بھی سولی کو جائز قرار دیتے ہیں تفصیل کے لئے "شرح فتح القدیر" کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ فقہ اسلامی کے مطابق نعش کو تین دن سے زیادہ سولی پر نہ چھوڑا جائے۔ کیونکہ اس طرح نعش خراب ہو جائے گی اور لوگوں کو بدبو سے تکلیف ہو گی لیکن امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ نعش کو اس حالت میں چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ گل سڑ کر گر پڑے اس طرح لوگوں کو عبرت حاصل ہو گی۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اتنے ہی دن نعش کو لٹکا کر رکھا جائے۔ جتنے دنوں میں تشہیر کا مقصد پورا ہو۔ امام مالکؒ کے نزدیک یہ معاملہ حاکم کی مرضی کے مطابق ہے وہ مصلحت کے مطابق جتنے دنوں تک چاہے اتنے دنوں تک نعش کو لٹکائے رکھے۔ تفصیل کے لئے محمود بن احمد کی کتاب "عینی شرح کنز" (مطبع نول کشور، لکھنؤ، انڈیا) ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے تفسیر قرآن پاک از سید نعیم الدین مراد آبادی میں سورۃ المائدۃ کی آیت مبارکہ ۳۳ کے ضمن میں سولی یا پھانسی کی سزا کو جائز قرار دیا کیونکہ یہ ... قرآن سے ثابت ہے۔

فقہ جعفریہ میں سرعام سولی کی سزا:

سولی پر لٹکانے کا تصور فقہ جعفریہ میں بھی ملتا ہے۔ کتاب حدود و تعزیرات قصاص و دیت مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی (اسلام آباد) کا صفحہ ۱۰۲ ملاحظہ ہو:

> "سکونی نے حضرت ابوعبداللہ (امام جعفر صادقؑ) سے روایت کی ہے کہ امامؑ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ نے حیرہ میں ایک شخص کو سولی پر تین دن لٹکائے رکھا۔ پھر چوتھے روز اسے اتارا اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اس کو دفن کیا۔ (کافی جلد ۲ صفحہ ۲۰۷)"

Marfat.com

اغوا برائے تاوان وحشیانہ جرم ہے:

پاکستان کے دیگر اضلاع کے علاوہ قبائلی علاقہ جات میں ایسی وارداتیں اکثر و بیشتر ہوتی ہیں کہ معصوم بچوں، جوان بچیوں اور عورتوں کو اغوا کر لیا جاتا ہے اور پھر تاوان لے کر انہیں واپس کیا جاتا ہے اس قسم کے واقعات اکثر دیکھنے میں آتے ہیں کہ گاڑیاں غصب کی جاتی ہیں اور پھر تاوان لے کر انہیں چھوڑا جاتا ہے یہ تمام معاملات حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں تاوان برائے اغواء اتنا بھیانک جرم ہے کہ ہر ذی شعور انسان اس میں قتل کی سزا کو حالات کے تقاضوں کے عین مطابق قرار دے گا۔ اگر یہ قانون صحیح معنوں میں پاکستان میں لاگو ہو جائے تو جرائم میں خاصی کمی واقع ہو سکتی ہے نہ صرف اس قسم کے جرائم مثلاً ایک اور جرم مثلاً طیاروں کا اغوا پاکستان بلکہ تمام دنیا میں ہو رہا ہے طیاروں کو اغواء کر کے مسافروں کو یرغمال بنا لیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں بھی قتل کی سزا انصاف کے عین مطابق ہے بعض مکاتب فکر کا یہ الزام کہ "یہ سزا وحشیانہ ہے" قطعی طور پر غلط ہے۔ وحشیانہ فعل تو یہ ہے کہ کسی کے معصوم بچے یا بچی کو قبضے میں لے لیا جائے اور اس کے بدلے تاوان حاصل کیا جائے ایسے قوانین جو صحیح معنوں میں سخت اور عبرت آمیز ہوں ان کا نفاذ یقیناً پاکستان میں ایسے جرائم کی بیخ کنی کرے گا۔

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے
ادھر سے پیہم تقاضے آنا ادھر سے مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت ابھارتے تھے
یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی عرش تک چاندنی تھی چٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے
ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردیف تھی کیسے قافیے تھے

Marfat.com

محمد اسلم سعیدی

نام کتاب= ارمغان حق
شاعر= سید محفوظ علی صابر القادری بریلوی
صفحات = ۸۰
قیمت = ۱۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ
منگوانے کا پتہ = امام اہلسنت لائبریری نزد گرڈ اسٹیشن، برہان شریف ضلع اٹک۔

سید محفوظ علی صابر القادری بریلوی صاحب اسلوب بزرگ شاعر ہیں۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کا بچپن اور طالب علمی کا دور بریلی میں امام احمد رضا بریلوی کی قربت میں گذرا۔اس سے آپ کے تخلیقی مزاج اور فکر میں مزید نکھار آگیا۔ قادری صاحب کی نعتیہ شاعری کا مجموعہ "ارمغان حق " کے نام سے منظر عام پر آیا ہے جس کی تقریظ ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے تحریر فرمائی ہے۔ شعری مجموعہ میں نعتوں کے علاوہ اعلحضرت کے مشہور سلام پر ایک طویل تضمین بھی شامل ہے۔ قادری صاحب کی شاعری میں جا بجا محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلاب مہکتے محسوس ہوتے ہیں۔ یہ کتاب ۱۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے درج بالا ایڈریس سے منگوائی جا سکتی ہے۔

نام کتاب= انوار الحق
مصنف = الشیخ عبد المقصود محمد سالم رحمتہ اللہ علیہ
مترجم = مولانا سید محمد محفوظ الحق شاہ
ناشر = الحاج پیر بہاؤ الدین ہاشمی سہروردی۔ جامعہ مسجد ظفریہ، مریدکے، ضلع شیخوپورہ۔
قیمت = درج نہیں ہے

یہ مبارک کتاب مشہور مصری مصنف الشیخ عبدالمقصود محمد سالم الازہری کی تصنیف ہے جو ایک عظیم عاشق رسول ؐ تھے۔ مصنف نے اسے " درودوں کی کہانی" قرار دیا ہے۔ انہوں نے محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثال جذبہ سے سرشار ہو کر درودوں کے جو گلاب ۲۴۰ صفحات پر بکھیرے ہیں، انہیں پڑھ کر اس حقیقت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فکری تجسیم کیسے ہوتی ہے۔ کتاب کا ترجمہ مولانا سید محمد محفوظ الحق شاہ نے جس محبت اور ذوق سے کیا ہے وہ بھی اپنی خوشبو لیے ہوئے ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ یقیناً"نجات کا باعث ہے۔

نام کتاب = دعوت فکر
مصنف = محمد منشاء تابش قصوری

صفحات = ۱۳۶
قیمت = ۴۰ روپے
ناشر = مکتبہ الحبیب کوٹلی پیر عبدالرحمٰن لاہور نمبر ۹ ۔
دعوت فکر ممتاز مصنف محمد منشاء تابش قصوری کی تصنیف ہے جس میں اتحاد بین المسلمین کے بنیادی تقاضوں اور ان کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا تفصیل سے بیان ہے ۔ کتاب میں یہودیوں اور عیسائیوں کی زہر ناک سازشوں کا بھی ذکر ہے جن کے تحت برصغیر میں دارالعلوم قائم کر کے "مسلمان" تیار کیے گئے جنہوں نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گستاخانہ کتابیں لکھ کر شائع کیں ۔ یہی عناصر آج بھی اتحاد بین المسلمین کے راستے کی اہم رکاوٹ ہیں ۔ قصوری صاحب کتاب کے آخر میں اپنی تجاویز کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اتحاد بین المسلمین کا معیار صرف اور صرف آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہونی چاہیے اور یہی اتحاد کا تقاضا ہے ۔
عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوت ہے جس سے دنیا کی بڑی سے بڑی باطل طاقت بھی ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہے ۔

نام کتاب= جان ایمان
مصنف = پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
صفحات =۵۶
ناشر = مرکزی مجلس امام اعظم ، پرویز الیکٹرک سٹور ، چوک کوڑے ، کیولری گراؤنڈ لاہور چھاؤنی ۔
"جان ایمان" امام ابو عیسیٰ بن محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی کے شہرہ آفاق مجموعہ احادیث شمائل ترمذی شریف کی شرح "انوار غوثیہ" پر لکھا گیا مقدمہ ہے جو نامور دینی سکالر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے تحریر کیا ۔ اس مقدمے کا الگ کتابی صورت میں چھپ جانا یقیناً" ایک خوش آئند عمل ہے ۔ اس اہم علمی دستاویز کا ابتدائیہ اور افتتاحیہ بھی ڈاکٹر صاحب موصوف نے خود لکھا ہے جس سے کتاب کی اہمیت میں اضافہ ہو گیا ہے ۔" جان ایمان " ۴ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر ناشر کے ایڈریس سے مفت منگوائی جا سکتی ہے ۔

نام کتاب= حکومت یزید پلید
مصنف =علامہ مفتی شریف الحق امجدی
صفحات = ۷۲
ناشر = مرکزی مجلس امام اعظم ۔ پرویز الیکٹرک سٹور ، چوک کوڑے ، کیولری گراؤنڈ لاہور چھاؤنی ۔
یہ کتاب ان تین اہم سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جو علامہ مفتی شریف الحق نے تحریر کیے ہیں ۔ مصنف کا اسلوب تحقیقی ہے اور خالصتاً" علمی اور تحقیقی بنیادوں پر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یزید کی حکومت اور اس کا دور جھوٹ اور جبر پر استوار تھا ۔ اس سلسلے میں

Marfat.com

انہوں نے حضرت عثمانؓ کی شہادت سے قبل حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد ابن سبا اور اس کے ایجنٹوں کی صورت میں اٹھنے والے فتنے کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ آج چودہ صدیاں گذر جانے کے بعد بھی یزید باطل قوتوں کا ایک طاقتور نمائندہ تصور کیا جاتا ہے علمی ذوق رکھنے والے قارئین کے لیے یہ کتاب ایک مفید تحفہ ہے۔ کتاب ۴ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے ناشر کے پتہ سے منگوائی جا سکتی ہے۔

نام کتاب= سرتاج الفقہاء
مصنف =پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
صفحات = ۲۴

ناشر = مرکزی مجلس امام اعظم ۔ پرویز الیکٹرک سٹور ' چوک موضع کوڑے ' کیولری گراؤنڈ' لاہور چھاؤنی ۔

یہ ایک تحقیقی مقالہ ہے جو فکر رضا کے نامور محقق ڈاکٹر مسعود احمد نے تحریر کیا ہے ۔ مقالہ میں مختلف تقابلی جائزوں کے بعد امام احمد رضا خان بریلوی کو سرتاج الفقہاء ثابت کیا گیا ہے ۔ مقالہ میں اعلحضرت کی مختلف علوم پر کامل دسترس بیان کی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ امام احمد رضا کے دینی ' سائنسی اور معاشی افکار پر ایشیاء یورپ اور یو ۔ ایس ۔ اے کے ممالک کی ۳۲ یونیورسٹیز میں تحقیقی کام ہو رہا ہے اور طلبہ و طالبات اعلحضرت پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں ۔ یہ مقالہ ۳ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر ناشر کے پتہ سے مفت منگوایا جا سکتا ہے ۔

نام کتاب = محدث اعظم کچھوچھوی
مصنف = مولانا محمد اعظم نورانی
صفحات = ۵۶
قیمت =مفت
منگوانے کا پتہ =کاشانہ ء اشرفی ' کوٹھی نمبر ۱۰۸ E ای ۔ سیکٹر غازی چوک 'ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی ' والٹن روڈ لاہور چھاؤنی ۔

یہ کتاب برصغیر کے عظیم روحانی پیشوا حضرت سید محدث کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہ سے متعلق ہے جس میں ان کی روحانی تعلیمات اور سیاسی خدمات کا تفصیل سے تذکرہ کیا گیا ۔ حضرت محدث کچھوچھوی کی سیاسی خدمات کے ضمن میں مصنف مولانا محمد اعظم نورانی لکھتے ہیں کہ حضرت محدث کچھوچھوی نے حصول پاکستان کے لیے اس وقت قائد اعظم کی عملی حمایت کی جب جماعت اسلامی اور کانگریسی ملاں قیام پاکستان کی شدید مخالفت کر رہے تھے تحریک آزادی کے حوالے سے کتاب اپنے اندر اہم حقائق لیے ہوئے ہے ۔ یہ کتاب بھی ۳ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائی جا سکتی ہے ۔

Marfat.com

توضیحات عتیقیہ

درس نظامی کے پورے کورس میں فن مناظرہ کی صرف ایک ہی کتاب "رشیدیہ" داخل نصاب ہے۔ جو کہ شریفیہ کی شرح ہے۔ فن مناظرہ ان چند فنون میں سے ہے جنہیں درس نظامی کے طلباء مشکل سمجھتے ہیں۔ کتاب رشیدیہ چونکہ عربی زبان میں ہے اور اس کے بعض مقامات و مباحث انتہائی مغلق اور عبارات گنجلک ہیں جن کے حل کیلئے طلباء و اساتذہ کو خاصی مشقت اٹھانی پڑتی ہے لہٰذا ضرورت تھی کہ اس کتاب کی اردو زبان میں کوئی ایسی شرح ہو جو اس کتاب کے افادہ و استفادہ میں آسانی پیدا کر دے چنانچہ مفتی محمد گل احمد خان عتیقی نے اس ضرورت کا احساس فرماتے ہوئے توضیحات عتیقیہ کے نام سے اس کی انتہائی شاندار شرح تحریر فرمائی جو کہ جمعیت علما جموں و کشمیر کی طرف سے بہت ہی خوبصورت انداز میں شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔ اس شرح میں اغراض شارح' مشکل عبارات کا حل' مصطلحات کی جامع و مانع تعریفات' عبارات پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات' دقیق مباحث کی توضیح و تشریح کیلئے جا بجا تمہیدات مفیدہ اور فوائد کثیرہ کو جس حسن و خوبی کی ساتھ موقع و محل کی مناسبت سے بیان کیا گیا ہے وہ اسی کا حصہ ہے یہ شرح نہ صرف طلباء کو فہم مطالب میں مدد دیتی ہے بلکہ مدرسین کو بھی تفہیم کتاب میں آسانی فراہم کرتی ہے۔ مزید سہولت کیلئے متن یعنی رسالہ شریفیہ بھی مع ترجمہ شروع میں دے دیا گیا ہے۔

کتاب کا ٹائیٹل دورنگہ دیدہ زیب ہے صفحات ۲۷۲ اور قیمت ۴۸ روپے کاغذ سفید ۶۰ گرام نفیس ہے مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور ـــــ اور ـــــ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور سے دستیاب ہے۔

مبصر= حافظ محمد عبدالستار سعیدی۔
ناظم تعلیمات مدرس۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

توضیحات عتیقیہ

درس نظامی کے پورے کورس میں فن مناظرہ کی صرف ایک ہی کتاب "رشیدیہ" داخل نصاب ہے۔ جو کہ شریفیہ کی شرح ہے۔ فن مناظرہ ان چند فنون میں سے ہے جنہیں درس نظامی کے طلباء مشکل سمجھتے ہیں۔ کتاب رشیدیہ چونکہ عربی زبان میں ہے اور اس کے بعض مقامات و مباحث انتہائی مغلق اور عبارات گنجلک ہیں جن کے حل کیلئے طلباء و اساتذہ کو خاصی مشقت اٹھانی پڑتی ہے لہذا ضرورت تھی کہ اس کتاب کی اردو زبان میں کوئی ایسی شرح ہو جو اس کتاب کے افادہ و استفادہ میں آسانی پیدا کر دے چنانچہ مفتی محمد گل احمد خان عتیقی نے اس ضرورت کا احساس فرماتے ہوئے توضیحات عتیقیہ کے نام سے اس کی انتہائی شاندار شرح تحریر فرمائی جو کہ جمعیت علما جموں و کشمیر کی طرف سے بہت ہی خوبصورت انداز میں شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔ اس شرح میں اغراض شارح' مشکل عبارات کا حل' مصطلحات کی جامع و مانع تعریفات' عبارات پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات' دقیق مباحث کی توضیح و تشریح کیلئے جا بجا تمہیدات مفیدہ اور فوائد کثیرہ کو جس حسن و خوبی کی ساتھ موقع و محل کی مناسبت سے بیان کیا گیا ہے وہ اسی کا حصہ ہے یہ شرح نہ صرف طلباء کو فہم مطالب میں مدد دیتی ہے بلکہ مدرسین کو بھی تفہیم کتاب میں آسانی فراہم کرتی ہے۔ مزید سہولت کیلئے متن یعنی رسالہ شریفیہ بھی مع ترجمہ شروع میں دے دیا گیا ہے۔

کتاب کا ٹائیٹل دورنگہ دیدہ زیب ہے صفحات ۲۷۲ اور قیمت ۴۸ روپے کاغذ سفید ۶۰ گرام نفیس ہے مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور ـــــ اور ـــــ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور سے دستیاب ہے۔

مبصر= حافظ محمد عبدالستار سعیدی۔
ناظم تعلیمات مدرس۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے اپنے دورِ نبوت میں مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کے نام لکھے گئے خطوط کا مجموعہ
مکتوباتِ اقدس
مرتب
محمد صدیق نسیم چودھری
ملنے کا پتہ
نسیم اکبر فاؤنڈیشن پی ۱۲۳ ریلوے روڈ فیصل آباد
ملک برادرز کارخانہ بازار فیصل آباد
فیروز سنز مال روڈ لاہور

Marfat.com